سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رض کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رح اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

۲۰ ر ستمبر ۱۹۸۰ء

محترمی حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

(1) آپ نے جس خرابی کی طرف اِشارہ کیا وہ میرے پیشِ نظر ہے اور میں آپ کے اِس خیرخواہانہ مشورہ کا ممنون ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اِس سلسلے میں آپ سے اس سلسلہ میں تفصیلی بات نہ کر سکا۔ حالانکہ میرے پاس اُس وقت تمام ریکارڈ موجود تھا۔ آپ دیکھ کر خوش ہوتے کہ میں نے اِس موضوع پر کتنی محنت کی ہے۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رح سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

وہ میری اور آپ کی پہلی ملاقات تھی اور وہ بھی ضمناً کہ نفیس رقم صاحب کی تلاش میں جامعہ پہنچ گیا اور دل میں آیا کہ آپ کی بھی زیارت کرتا چلوں۔آپ ہمارے شیخ محترم حضرت مدنی ؒ کے خلیفہ، محترم حضرت مولانا محمد میاںؒ کے فرزند جلیل اور میرے عزیز دوست اور ساتھی مولانا معراج الحق صاحب [1] کے بھانجے ہیں۔وہ ساری گفتگو سرسری تھی جیسا کہ تقریب ملاقات میں ہوا کرتی ہے۔

اُس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ آپ جامعہ میں شیخ الحدیث ہیں۔کوئی مشہور عالم حدیث ایسا نہیں رہا جس سے اِس موضوع پر گفتگو نہ کی ہو سوائے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے۔میں اِس موضوع پر بات کرنے کے لیے کراچی گیا مگر حوصلہ نہ ہوا کہ اُن کے سامنے اِس نازک موضوع پر لب کشائی کروں۔وہ میرے اُستاد تھے اور بہت شفیق تھے۔اللہ غریق رحمت فرمائے۔آمین۔

(2) اِس راہ کی مشکلات میں سے ایک یہ ہے کہ ہم موجودہ ذخیرۂ حدیث کو بھی بچانا چاہتے ہیں اور اِس سلسلے میں غیر واقعی توجیہات سے بھی کام چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔اور بعض مرویات میں مسلمہ شخصیات کی جو کردار کشی کی گئی ہے اور اُس راہ سے معصوم اَذہان میں جو زہر بھرا گیا ہے اُس کو محض تاویل، توجیہ، تعبیر اور تطبیق اور بعض دفعہ ترجیح سے دُور کرنا چاہتے ہیں۔آزاد مطالعہ کرنے والوں کے لیے اِس میں دلچسپی کا سامان کم ہوتا ہے۔ایک مدرس اور محقق میں یہی فرق ہے۔محقق کو تحقیق کے بعد کسی متعین اور ٹھوس نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے اور اِس میں کئی ناگفتنی بھی زیرِ قلم آجاتی ہیں۔تحقیق تاویل اور رَواداری کا راستہ نہیں ہے۔اِس راہ میں بے لاگ اور پوست کندہ حقائق کا اِظہار ضروری ہے۔

(3) میں نے زہری کے متعلق جو کچھ لکھا تھا رجال کی کتابوں سے لکھا ہے۔حدیث کے مستند علماء قدیم کی جو آرا اُن کے متعلق کتابوں میں مذکور ہیں اُنہی کا حوالہ دیا ہے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا۔شیعہ رجال کی کتب تو اِنہیں شیعہ قرار دیتی ہے مگر میں نے اِس سے احتراز کیا ہے صرف مرسِل مدلِس اور مدرِج کہا ہے اور یہی ہماری رجال کی کتابوں میں درج ہے۔مشاجراتِ صحابہ کی بیشتر روایات کے یہ راوی ہیں شیعہ سنی اختلافات کا بیشتر مواد زہری کا عطیہ ہے مجھ سے پہلے مولانا احمد شاہ بخاری مرحوم ''تحقیقِ فدک'' میں زہری پر کلام کر چکے ہیں ''مذہب شیعہ'' میں پیر قمر الدین صاحب سیال شریف نے زہری کو شیعہ قرار دیا ہے۔مولانا عبدالستار صاحب

[1] سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند

تونسوی اپنی تقریروں میں زہری پر کلام کرتے ہیں میں نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا حوالہ ضرور دیا ہے۔

(4) ایک ضروری بات جسے ہم اکثر نظر انداز کر جاتے ہیں یہ ہے کہ تزکیۂ صحابہ قرآن شریف سے ثابت شدہ مسئلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اِن کے لیے اپنی رضا کا اظہار فرمایا ہے دین کی پوری عمارت ہی اِن کے دم سے قائم ہے۔ نبی علیہ السلام کے وہ براہ راست تلامیذ ہیں نیز یہ بھی اپنی جگہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اِنسان کے کمال کی بڑی علامت اُس کے کردار کی پختگی ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے صحابہ کو امتحانات کی بھٹیوں میں سے گزار کر اُن کے کردار کو سونا بنا دیا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا کردار دین کی ایک مستقل قدر ہے جو روایت صحابی کے کردار کو مجروح کرتی ہو وہ میرے لیے قابل تأمل ہے اِس باب میں میں تاویل اور توجیہ کا راستہ نہیں اختیار کرتا نیز ایسی روایت راوی میں بغض صحابہ کا پتہ دیتی ہے اِس لیے قابلِ رد ہے۔

ہم قرآن اور رسول پر ایمان کے مکلّف ہیں۔ رجال کتب پر ایمان ضروری نہیں اور نہ ہم سے قیامت کے دن اِس کی باز پرس ہوگی۔ زہری کی خرابی کے لیے اِتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ اِن سے تسامح ہوا ہے خودساختہ لمبی لمبی تاریخی روایتیں جن کو اربابِ سُنن ومسنداد نے نیک نیتی سے قبول کرلیا ہے اِن کی صحت کی دلیل نہیں بن سکتی۔ محدثین صرف احکام کی روایات کو جرح وتعدیل کے بعد قبول کرتے ہیں، تاریخی روایات کو بغیر نقد کے قبول کر لیتے ہیں۔

اِس لیے امام بخاریؒ یا امام احمدؒ نے اگر زہری کی روایات قبول کی ہیں تو یہ ہماری جرح سے متصادم نہیں ہیں۔ پھر ایسی روایات یعنی احکام کی صرف زہری سے ہی منقول نہیں ہیں بلکہ اور حضرات بھی اِن روایات کے راوی ہیں۔ اِس لیے اِن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جیسے اُن حضرات نے نیک نیتی سے قبول کیا ہماری جرح بھی نیک نیتی پر مبنی ہے۔ ہمیں زہری یا عبدالرزاق سے کوئی کدنہیں ہے۔ وہ حدیث کی خدمت کی وجہ سے بے حد قابلِ احترام ہیں مگر اُن کی جو روایات کردارِ صحابہ سے متصادم ہیں ہم نے اُن کے مالہ وماعلیہ پر بحث کی ہے اور دلائل دیے ہیں۔ ہر عالم کو حق حاصل ہے کہ اِنہیں رد کرے یا قبول کرے یا سکوت کرے۔ جو کچھ لکھا ہے بدلائل لکھا ہے اور رجال کی کتب کا حوالہ دیا ہے کوئی بات بھی بلا ثبوت نہیں ہے۔ وضع حدیث کی سب سے خطرناک قسم اِدراج ہے اُس کی گرفت بے حد مشکل ہے اور یہ عبدالرزاق کے ہاں پائی جاتی ہے۔ **لُعْبُهَا مَعَهَا** اُس کا ایک نمونہ ہے۔

یہ حدیث عَبْدُالرَّزَّاقِ عَن مَّعْمَرٍ عنَ ِالزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ ہے۔ مصنف عبدالرزاق میں سند اِتنی ہی ہے یعنی مرسل عروہ ہے۔ لیکن مسلم میں عَبْدُ بْنُ حُمَیْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّ زَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنِ الزُّھْرِیِّ عَنْ عُرْوَۃَ عَنْ عَائِشَۃَ ہے یعنی عبدالرزاق سے نیچے صرف عبد بن حمید کا اضافہ ہے جو مسلم کے اُستاد ہیں۔ روایت صرف تعبیر کے اختلاف کے ساتھ وہی ہے جو مصنف میں ہے۔ لُعَبُھَا مَعَھَا دونوں میں ہے۔ مسلم کے اُستاد عبد بن حمید نے یہ تصرف کیا ہے کہ مرسل کو موصول بنا دیا، مسلم نے یہ غفلت برتی کہ ''مصنف'' کی طرف سے رجوع نہ کیا ورنہ معلوم ہو جاتا کہ اَصل روایت مرسَل ہے۔ اِس روایت کو ائمہ حدیث میں سے کسی نے قبول نہیں کیا۔ مسند امام احمدؒ میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ ہشام کی اصل روایت جس کو تمام اربابِ صحاحؒ نے (سوائے ترمذی کے) قبول کیا ہے اُس میں کسی روایت میں بھی یہ جملہ نہیں ہے اِس روایتِ زہری کا عبدالرزاق کے سوا اور کوئی راوی نہیں ہے حتّٰی کہ یہ روایت ''جامع معمر'' میں بھی نہیں ہے۔

اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اضافہ عبدالرزاق کا ہے۔ محدثین اِسے اضافۂ ثقہ سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں مگر میرے نزدیک یہ اضافہ بغض عائشہ ؓ کی بنا پر کیا گیا ہے تا کہ اُن کو بالکل بچی ثابت کیا جائے اور بچپن کی وجہ سے قطعاً بے اعتبار ثابت کیا جائے۔ عبدالرزاق کے متعلق اُن کے معاصرین کے اَقوال نقل کر دیے ہیں اُن میں سے ایک قول زید بن مبارک کا ہے۔ جب حدیث ابن الحدثان میں آئی اور حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے متعلق حضرت عمر ؓ کا یہ قول پڑھا کہ تو اپنی بیوی کی میراث لینے آ گیا اور یہ اپنے بھتیجے کی میراث لینے آ گیا تو عبدالرزاق نے حضرت عمرؓ کے متعلق کہا انظر الی ھذاالانوك جب یہ شخص اَکابر صحابہ کے متعلق اِتنا بے باک ہے اور ہم صرف حقیقتِ حال ظاہر کریں تو گستاخ۔ آخر عمر میں تو سب ہی نے عبدالرزاق کو نا قابلِ اعتماد قرار دے دیا تھا، حافظہ خراب ہو گیا تھا نابینا ہو گئے تھے غلط سلط حدیثیں بیان کرتے تھے۔ اِن کی وفات ۲۱۱ھ میں ہوئی ہے۔ امام احمدؒ کا قول ہے کہ جس نے اِن سے علٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ سنا نا قابل اعتبار ہے۔ زیادہ کیا تصدیق کروں۔ وَالْبَاقِیْ عِنْدَ التَّلَاقِیْ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ .

دُعاء گو و دُعاء جو

نیاز احمد

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۲

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [1]

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ کا خط

محترمی ومکرمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ پوری باتیں تو حقیقتاً اُس وقت تک نہیں ہوسکتیں جب تک آپ کے دلائل قویہ سامنے نہ آئیں۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے : ایک "مدرس" اور "محقق" میں یہی فرق ہے۔ محقق کو تحقیق کے بعد کسی متعین اور ٹھوس نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح ورُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش ِنظر صفحات میں اسی خط وکتابت کو دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

☆ جناب کی یہ بات عام یا چھوٹے مدرسین کی حد تک تو دُرست ہے لیکن بڑے مدرس یا بڑی درسگاہوں میں پڑھانے والے سب مدرس ایسے نہیں ہوتے بلکہ تدریس سے استحضارِ اصول وعلوم پیدا ہوتا ہے اور اِس بات کی ''غیر مدرس محقق'' میں کمی رہتی ہے۔

2۔ مولانا احمد شاہ صاحب بخاری مرحوم پیر قمر الدین صاحب مولانا عبدالستار صاحب تونسوی اگر زہری ؒ کو شیعہ قرار دیتے ہیں تو یہ اُن کی غلطی ہے اور یہ اُسی کمی کا نتیجہ ہے جو تدریس سے رفع ہوتی اور نہ ہوسکی یعنی یہ استحضار کہ اِس بات کا اثر کہاں کہاں پڑسکتا ہے۔ اِس کا خیال نہیں فرمایا ہوگا۔

مجھے مطلع فرمایا جائے کہ اِن حضرات نے کسی روایت کی وجہ سے ایسا کیا ہے؟ کتب اسماء الرجال میں جو کچھ لکھا ہے مناقب ومثالب جرح وتعدیل اِس میں سے جو چیز چاہے انتخاب کرکے کوئی کسی کے بارے میں لکھ دے۔ ایسا نہیں ہوا کرتا بلکہ جیسے فقہ میں اقوال درج ہوتے ہیں اور ایک قول مفتٰی بہٖ تسلیم کیا جاتا ہے اِسی طرح اسماء الرجال میں بھی چلتا ہے۔ ورنہ شاید ہی کوئی راوی ایسا ملے کہ جس پر کسی نے کلام نہ کیا ہو کیونکہ کمی سے کوئی خالی نہیں اور صحابۂ کرام کے علاوہ سب پر تنقید پہلے سے موجود ہے۔ اُسی دور کی ایک دُوسرے کے بارے میں آراء لکھی گئی ہیں۔ اور زہری رحمۃ اللہ علیہ بالاتفاق جلیل القدر امامِ حدیث شمار کیے گئے ہیں۔ اگر شیعوں نے اِنہیں اپنا بتلایا ہے تو وہ تو امام حسن وحسین اور نہ معلوم کس کس کو اپنا بتلاتے ہیں اور اِن کی طرف سے نہ معلوم کیا کیا حدیثیں بنا کر اپنی کتابوں میں لکھ رکھی ہیں۔

آنجناب نے زہری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ : ''خود ساختہ لمبی لمبی تاریخی روایتیں جن کو اربابِ سنن ومسندات نے نیک نیتی سے قبول کرلیا ہے''۔ (بیان کرتے ہیں)

☆ خود ساختہ کا مطلب تو موضوع ہوتا ہے۔ تو کیا بخاری ومسلم میں جناب کے خیال میں یہ روایاتِ موضوعہ آگئی ہیں؟ یہ بات اجماعِ علماء کے خلاف ہے۔

آنجناب نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے : ''محدثین صرف احکام کی روایات کو جرح وتعدیل کے بعد قبول کرتے ہیں۔ تاریخی روایات کو بغیر نقد کے قبول کرلیتے ہیں۔ اِس لیے امام بخاریؒ یا امام احمدؒ نے اگر زہری کی روایات قبول کی ہیں تو یہ ہماری جرح سے متصادم نہیں۔''

☆ یہ بات بھی دُرست نہیں ہے۔ اربابِ صحاح نے مغازی اور سیر میں اصح سنداً روایت لی ہے۔

اِس میں بھی وہ روایات کی سند پر نظر رکھتے ہیں اور یہ اُن کی فطرت میں داخل ہوتا ہے کہ وہ ہر بات کی سند اور سند کی قوت جانچتے رہتے ہیں اور اقوی سنداً اختیار کرتے ہیں۔

جناب نے لکھا ہے : ''ہم قرآن اور رسول پر ایمان کے مکلّف ہیں رجال کتب پر ایمان ضروری نہیں اور نہ ہم سے قیامت کے دن اِس کی باز پرس ہوگی۔''

☆ اِس کے بارے میں یہ ہی عرض کرسکتا ہوں کہ باز پرس تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے بارے میں بھی نہیں ہوگی اور کتب رجال کا استخفاف اگر جناب کی تحریر سے کسی کے ذہن میں بیٹھ جائے تو کتنا برا ہوگا؟

صحیح حسن ضعیف موضوع کا فیصلہ کتب رجال کے علاوہ اور کس ذریعہ سے کیا جاسکتا ہے؟ حدیث پر دین کی تفاصیل کا مدار ہے اور حدیث کا مدار رجال پر ہے۔ اگر کتب رجال کو بے وقعت کردیا جائے تو اِرشاد فرمائیں کہ اِن کا بدل کیا ہے جس سے آپ کسی بھی حدیث کو جانچ سکیں؟

جناب نے تحریر فرمایا ہے : '' پھر ایسی روایات یعنی احکام کی صرف زہری سے ہی منقول نہیں ہیں بلکہ اور حضرات بھی اِن روایات کے راوی ہیں اِس لیے اِن کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔''

☆ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چھ سال کی عمر میں شادی اور نو سال کی عمر میں رُخصتی کی روایت محض تاریخی نہیں ہے کیونکہ اِسی سے مسائل استنباط کیے گئے ہیں۔ نیز یہ روایت فقط زہری ہی سے منقول نہیں بلکہ دُوسرے راوی بھی روایت کرتے ہیں اور اِسے ائمہ فقہ نے بھی قبول کیا ہے اور اِس سے استدلال فرمایا ہے۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ : '' وضع حدیث کی سب سے خطرناک قسم اَدراج ہے۔''

☆ یہ بات اصولِ حدیث کے خلاف ہے۔ مُدرج کو وضّاعِ حدیث کہیں نہیں کہا گیا۔ وضّاعِ حدیث کی حدیث نہیں لی جاتی جہاں کہیں ایسا شخص آجاتا ہے اُس کی روایت کو موضوع کہہ کر فوراً چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اور عبدالملک ابن جریح جن کی روایات میں بکثرت اَدراج پایا گیا ہے ثقات اَعلام میں شمار ہوئے ہیں اور رجال بخاری میں ہیں۔

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ کی روایت **لُعَبُهَا مَعَهَا** بالکل دُوسری سند سے بھی موجود ہے یعنی خود

مصنَّفِ عبدالرزاق میں ص ۱۶۲ ج ۶ اور یہ خیال فرمانا بھی دُرست نہیں ہے کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاد عبد بن حمید نے اپنی طرف سے تصرف کر کے مرسل کو مسند بنادیا بلکہ اَلثِّقَةُ يُرْسِلُ تَارَةً وَيُسْنِدُ اُخْرٰی فقط اِس وجہ سے جناب کا یہ کہنا کہ ''امام مسلمؒ نے غفلت برتی'' دُرست نہیں کیونکہ اُن کے نزدیک وہ مستقل روایت ہوگی۔ وہ روایت جس میں عبدالرزاق آتے ہیں مسلم شریف کی کتاب النکاح ص ۴۵۶ ج ۱ میں ہے اور اُس کی مؤید ہم معنٰی روایت مسلم شریف ہی میں ج ۲ ص ۲۸۵ باب فضائل عائشہؓ اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا میں موجود ہے جس کے الفاظ ہیں كُنْتُ اَلْعَبُ بِالْبَنَاتِ وَهُنَّ اللُّعَبُ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ حمیدی رحمۃ اللہ علیہ سے بالکل اور سند سے جس کے سب رجال رجالِ بخاری ہیں ایسی روایت موجود ہے (اگرچہ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کا کسی ایسی چیز کو بتلانا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعلق ہو غلط نہیں مانا جاسکتا)۔

پھر اُس کی مؤید قریبی مضمون کی روایات اور بھی موجود ہیں مثلاً یہ کہ رُخصتی کے وقت وہ جھولا جھول رہی تھیں۔ اُنہوں نے یہ بھی بتلایا ہے کہ میری اَنصاری سہیلیاں میرے پاس آجاتی تھیں اور کھیلا کرتی تھیں وغیرہا اور یہ سب صحیح اور قوی السند ہیں۔ اسی طرح حبشہ کے کھیل کو دیکھنا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دوڑنا وغیرہ روایات جمع کی جائیں تو بہت بن جاتی ہیں اور ایسی روایات فقط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی ہیں باقی کسی زوجہ مطہرہ کی نہیں ہیں۔

پھر جناب نے لکھا ہے کہ : '' لُعَبُهَا مَعَهَا کی روایت جامع معمر میں نہیں ہے۔''

☆ حالانکہ ہوسکتا ہے جامع معمر میں نہ ہو اور معمرؒ کی کسی اور کتاب میں ہو۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی روایت جامع بخاری میں نہ ہو مگر امام بخاریؒ کی کسی دُوسری کتاب میں ہو۔ مؤطاء امام مالک اور مؤطاء امام محمد میں نہ ہو اور اُن کے کسی اور شاگرد نے سنی ہو تو وہ امام مالک اور محمد رحمہا اللہ ہی کی روایت ہوگی۔ اِسی طرح یہ روایت اگر جامع معمر میں نہ بھی ہو تو اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ یہ معمرؒ کی روایت ہی نہیں ہے۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ : ''اِس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اضافہ عبدالرزاق کا ہے (لُعَبُهَا مَعَهَا) محدثین اِسے اضافۂ ثقہ سمجھ کر قبول کرلیتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ اضافہ بعض عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا پر کیا گیا ہے تاکہ اُن کو بالکل بچی ثابت کیا جائے اور بچپن کی وجہ سے قطعاً بے اعتبار ثابت کیا جائے۔''

☆ جناب کے اِن جملوں سے محدثین کا ایک قاعدہ کہ ''زیادتِ ثقہ مقبول ہوتی ہے'' بھی مجروح ہوتا ہے اور عبدالرزاق پر بے اَصل الزام عائد ہوتا ہے کیونکہ اُنہوں نے اپنی کتاب میں حضرت عائشہؓ کے مناقب کی مکمل حدیثیں دی ہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ یہ روایات نہ دیتے۔ ملاحظہ فرمائیں باب اَزواج النبی ﷺ ص ۴۲۹، المصنف ج ۱۱، اور اُن کا گڑیوں سے کھیلنا جیسا کہ عرض کر چکا ہوں بسند صحیح مصنف عبدالرزاق اور مسلم شریف کے علاوہ اور کتابوں میں بھی میں نے دیکھا ہے۔ اُس میں اِتنے استبعاد کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اور زید بن مبارک جنہوں نے عبدالرزاق کی طرف سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی توہین کا الزام لگایا ہے تو یہ الزام ثابت السند ہی کب ہے اور اُس کے برعکس یہ ثابت ہے کہ اُنہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی بہت زیادہ روایات لی ہیں اور سب میں اُن کی منقبت ثابت ہے مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص ۵، ۸، ۹، ۱۰، ۶۹، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۵، ۸۶، ۸۷، وغیرہ جلد یازدہم۔

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت مفید روایات دی ہیں ملاحظہ فرمائیں ص ۳۴۵، اُن کا تحمل ص ۴۵۳، اُن کی عظمت صلاحیت ص ۳۵۰ پر اِسی جلد میں مجھے نظر آئی ہیں۔ یہ میں نے بہت اختصار سے لکھا ہے اور یہ فقط ایک جلد میں نظر آیا ہے۔ آنجناب کی توجہ مبذول کرانے کے لیے چند حوالے لکھے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے زید بن مبارک کی باتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے : **قُلْتُ فِیْ ھٰذِہِ الرِّوَایَۃِ اِرْسَالٌ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِصِحَّتِھَا.** (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۶۱۱) جناب والا مصنف عبدالرزاق کی گیارہویں جلد میں ص ۴۴۸ اور ص ۴۴۹ ضرور ملاحظہ فرمائیں اگر عبدالرزاق شیعہ ہوتے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایسی روایات اپنی کتاب میں ہرگز نہ لکھتے۔

جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ : '' آخر عمر میں تو سب ہی نے عبدالرزاق کو نا قابلِ اعتماد قرار دے دیا تھا، حافظہ خراب ہوگیا تھا، نابینا ہو گئے تھے۔''

☆ لیکن یہ کیسے معلوم ہوا کہ عبد بن حمید اُستاد امام مسلمؒ نے اُن سے اِس دور میں سنا ہے اس سے پہلے نہیں سنا کیونکہ عبد بن حمید نے ابو داؤد طیالسیؒ سے بھی سنا ہے وہ عبدالرزاقؒ سے متقدم ہیں۔ جناب کے اِن جملوں سے اُن کی کتاب مصنف عبدالرزاق کے بارے میں لوگوں کا اعتماد اُٹھ جائے گا اِس کی تصریح فرمانی چاہیے کہ اُن کی کتاب اُس دَور سے پہلے کی لکھی ہوئی ہے۔

اِس تحریر سے میری غرض یہ ہے کہ جناب کی کتاب جو تحقیقی کوشش ہے اُسے ایسی کمزوریوں سے پاک ہونا چاہیے جن پر اعتراض ہوسکتا ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ مجھے اِس موضوع پر اپنی اُن دلائل سے مطلع فرمائیں جو بہت وزنی اور نہ ٹوٹ سکنے والی ہوں۔ پوری تحریر تو میں نہ دیکھ سکوں گا وہ تو بہت طویل ہے اِس لیے چیدہ ترین دلائل کا خواستگار ہوں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۲۶ر ستمبر ۱۹۸۰ء

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ ؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

15 - 10 - 80

محترمی حضرت مولانا صاحب! السلام علیکم

آج ہی آپ کا گرامی نامہ باعثِ کرامت ہوا وہ صاحب ابھی نہیں آئے۔ چند روز ہوئے ایک صاحب طفیل صاحب ایس۔ پی سے مل کر آئے تھے اُن کا بیان ہے کہ وہ آنے والے ہیں جو بھی صورت پیش آئے گی آپ کو ضرور مطلع کروں گا، اِنشاءاللہ۔

---

[1] گزشتہ مارچ تک کے شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے قسط وار طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، بعد اَزاں اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ ؓ کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ ؓ کی نکاح ورُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

۲۔ میرے خط کے متعلق جو آپ تحریر فرمانا چاہتے ہیں ضرور تحریر فرمائیں میں ممنون ہوں گا۔

مزاج نام کی میرے ہاں کوئی چیز نہیں میں شروع سے اَب تک طالب علم ہوں بے تکلف اظہارِ خیال کو پسند کرتا ہوں اور خود بھی اِسی پر عمل کرتا ہوں مگر دِل آزاری سے بہت ڈرتا ہوں اور اِس سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں مجھے آپ کے گرامی نامے کا شدت سے انتظار رہے گا۔ میرے ہاتھ میں رَعشہ ہے کبھی کبھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

پچھلا خط مولانا سیف اللہ صاحب عثمانی سے نقل کرا کر بھیجا تھا۔

یادآوری کا شکریہ زیادہ کیا۔

دُعا گو

نیاز احمد

سرگودھا ۲۱ /اکتوبر ۸۰ء

محترمی مولانا صاحب ! السلام علیکم

میں نے آپ کی کتاب ''امام ابنِ ماجہ اور علم الحدیث'' دیکھی۔ عمدہ کتاب ہے اور بڑی محنت سے ترتیب دی ہے مگر مجھے آپ کے بعض مندرجات سے اختلاف ہے مفصل رائے فرصت کے وقت لکھوں گا۔

اِس وقت میں اپنی کتاب کی ترتیب میں مصروف ہوں، میں نے اپنی کتاب میں بنیادی طور پر چار رُواۃ پر گفتگو کی ہے۔

(۱) ہشام بن عروہ (۲) علی بن مسہر (۳) عبدالرزاق بن ہمام (۴) محمد بن مسلم زہری

آپ نے علی بن مسہر کی بے حد تعریف فرمائی ہے حتّٰی کہ لکھ دیا ہے کہ امام ثوری نے اپنی جامع اِن کی مدد سے تیار کی تھی اگرچہ آپ نے مقدمۂ کتاب التعلیم کا حوالہ دیا ہے مگر جب تک امام طحاوی کی اصل عبارت سامنے نہ ہو کچھ کہنا مشکل ہے۔ حاشیے میں آپ نے لکھا ہے کہ امام احمد، یحیٰی بن معین، ابوزُرعہ، نسائی اور ابنِ حبان نے متفقہ طور پر ثقہ کہا ہے۔ ص ۱۸۴ الخ۔

یہ خط کتابوں سے رُجوع کیے بغیر یادداشت سے لکھ رہا ہوں۔

میرے خیال میں علی بن مسہر کی یہ تعدیل مبالغہ ہے۔ امام احمد نے اِن کے بارے میں توقف فرمایا ہے " لَآاَدْرِیْ کَیْفَ اَقُوْلُ کَانَ قَدْ ذَھَبَ بَصَرُہٗ فَکَانَ یُحَدِّثُھُمْ مِنْ حِفْظِہٖ". (اِبْنِ نُمَیْر) "قَدْ دُفِنَ کُتُبُہٗ وَھُوَ کَثِیْرُ الرُّوَاتِ مِنَ الْکُوْفِیِّیْنَ". (تھذیب)

"جواھر مضیہ " میں ہے کہ یہ امام ابو یوسف کے متوسلین میں سے تھے۔ اِن کے ایک بھائی عبدالرحمٰن کا ایک قصہ بھی لکھا ہے کہ وہ قاضی جبل تھے جب اِنہیں معلوم ہوا کہ ہارون الرشید دَورے پر آئے ہیں تو خود ہی اپنی تعریف کرنے دربار میں پہنچ گئے۔ قاضی ابو یوسف اُن کی اِس تعریف پر زیرِلب مسکراتے رہے۔ ہارون الرشید نے قاضی صاحب سے مسکرانے کا سبب پوچھا تو اُنہوں نے فرمایا "یہ خود قاضی جبل ہے تو ہارون الرشید نے کہا " ھٰذَاالشَّیْخُ سَخِیْفُ الْعَقْلِ سَفْلَۃٌ " اور قضاء سے معزول کرنے کا حکم دیا، اِلٰی آخِرِ الْقِصَّۃِ. (جواھر مضیہ) حافظ ابنِ حجر نے تقریب میں اِن کے متعلق لکھا " لَہٗ غَرَائِبُ بَعْدَ مَا اَخْتَرَ" اِس ایک جملہ میں پوری جرح آگئی ہے۔ ابنِ سعد کا اکثری طریقہ یہی ہے ثِقَۃٌ کَثِیْرُ الْحَدِیْثِ یا ثِقَۃٌ قَلِیْلُ الْحَدِیْثِ یہ کثرت وقلت بھی اُن کی اپنی اِصطلاح ہے۔

کسی پہلے مصنف کا کسی کی تعدیل یا جرح میں کوئی ایک آدھ جملہ لکھ دینا حقیقتِ حال کو واضح نہیں کرتا کچھ اور حالات وواقعات وقرائن کو بھی دیکھنا چاہیے کہ صحیح صورت حالات سامنے آجائیں۔

امام ابو حنیفہ کی جلالتِ قدر اور اُن کے علمی کام کی وقعت اِس پر موقوف نہیں ہے کہ ہم چند غیر معروف اوسط العلم رُواۃِ صحاح کو امام صاحب کا تلمیذ ثابت کردیں، میں مصنفینِ احناف کو اِسی مرض میں مبتلا پاتا ہوں۔ امام صاحب کے فقہی مسلک کے عقلی ونقلی پہلو اِتنے روشن اور واضح ہیں کہ اگر ہم ایسے تلامیذ کے انتساب کا سہارا نہ بھی لیں تو وہ اپنی جگہ مستحکم اور مدلل ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ امام ثوری نے امام صاحب کی فقہ کو علی بن مسہر سے اَخذ کیا ہے جو امام صاحب کے مختص تلامذہ میں سے شمار کیے جاتے ہیں (امام ابنِ ماجہ ص۱۸۴)۔ میرے نزدیک آپ کے یہ دونوں دعوے محل نظر ہیں۔

۱۔ سفیانِ ثوری کا علی بن مسہر سے اخذِ فقہ

۲۔ علی بن مسہر کا مختص تلامیذ میں شمار

(۱) سفیانِ ثوری بذاتِ خود بہت بڑے محدث اور فقیہ ہیں، علی بن مسہر سے متقدم ہیں۔ اِن کی پیدائش ۹۷ھ ہے اِنہیں خود امام صاحب سے علی بن مسہر سے زیادہ قرب تھا۔ امام صاحب کے علوم کوئی لگی چھپی چیز نہیں تھی علماء کی مجلس میں مسائل پر کُھلی بحث و تمحیص ہوتی تھی وہ لکھ لی جاتی تھی پھر وہ اُن اہلِ علم تک ہاتھوں ہاتھ پہنچ جاتی تھی جو اِس مجلس میں حاضر نہیں ہوتے تھے۔ آپ کے بقول امام ابوحنیفہ نے اپنے اُستاد حماد کی وفات کے بعد ۱۲۰ھ میں اُن کے مدرسے کا انتظام سنبھال لیا تھا اور دَرس دینا شروع کر دیا تھا اُس وقت سفیانِ ثوری ۲۳ر سال کے نوجوان تھے اور علی بن مسہر تین چار سال کے بچے تھے کیونکہ اُن کی ولادت ۱۱۶ھ ہے۔

جس وقت علی بن مسہر کچھ اخذ کرنے کے قابل ہوئے ہوں گے ...... کیونکہ اہلِ کوفہ عادتًا بیس کی عمر سے پہلے اَکابر کی مجالس میں حاضر ہو کر اخذِ حدیث نہیں کرتے تھے ...... اُس وقت تک سفیانِ ثوری کا اپنا حلقۂ درس قائم ہو چکا ہوگا یعنی ۱۳۷ھ میں ...... پھر اگر امام ثوری کو امام ابوحنیفہ کی فقہ لینی ہی تھی تو اُن کے کسی مختص معروف تلمیذ سے لینی چاہیے تھی جن کے اِستنباط کی خود فقہ حنفی میں کوئی قدر و قیمت ہے جیسے امام زُفر، امام ابویوسف، امام محمد وغیرہ۔

آپ نے مقدمہ کتاب التعلیم اَز مسعود ابن شیبہ کا حوالہ دیا ہے اِس میں طحاوی کی کتاب اخبار ابی حنیفہ واصحابہ کا حوالہ ہے۔ آپ نے لکھا ہے یہ کتاب مجلسِ علمی کے کتب خانے میں ہے اِس عبارت سے یہ ظاہر نہیں ہے کہ مقدمہ کتاب التعلیم ہے یا امام طحاوی کی اخبار ابی حنیفہ، جب تک اخبار ابی حنیفہ کی اصل عبارت سامنے نہ ہو کیا کہا جا سکتا ہے ...... زیادہ سے زیادہ آپ نے اِس حوالے کو امام طحاوی تک پہنچا دیا آگے معلوم نہیں رُواۃ کی کیا حالت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے یزید بن ہارون سے یہ روایت طحاوی کی اخبار میں آئی ہے تو اِس لحاظ سے امام طحاوی سن ۳۲۱ اور یزید سن ۲۰۶ کے درمیان دو تین واسطے ہونے چاہئیں ...... اِس روایت سے اگر استدلال ہو سکتا ہے تو صرف اِتنا کہ امام ثوری نے امام ابوحنیفہ کی امالی کا کوئی مسودہ علی بن مسہر سے لے کر پڑھ لیا ہوگا، اِس سے یہ کہاں لازم آیا ہے کہ اِنہوں نے اپنی جامع علی بن مسہر کی مدد سے تیار کی اور وہ علی بن مسہر سے امام ابوحنیفہ کی فقہ اَخذ کیا کرتے تھے۔

(۲) علی بن مسہر کا اختصاصِ تلمذ : یہ بادی النظر میں ہی باطل ہے۔ امام ابوحنیفہ کے جہاں اور

بے شمار تلمیذ ہیں علی بن مسہر بھی ہوں گے لیکن اِختصاص کی کوئی دلیل نہیں ہے کسی کے مختص لکھ دینے سے مختص نہیں ہو جاتا۔ امام طحاوی نے جن مختصین کا ذکر کیا ہے اُن میں علی بن مسہر نہیں ہیں، نہ دس میں اور نہ چالیس میں۔ فقہ حنفی عبارت ہے امام ابوحنیفہ اور اُن کے تلامیذ کے تحقیقی کام سے۔ فقہ حنفی کی توجیہ وتعبیر میں مسائل کے بیان میں آپ کا کوئی قول ہماری نظر سے نہیں گزرا، اُن کا کوئی علمی کام ہمارے سامنے نہیں ہے نہ حدیث میں نہ فقہ میں نہ اَدب میں نہ لغت میں۔

مشہور ائمہ حدیث میں سے اور حفاظِ حدیث میں سے براہِ راست کوئی اِن کا تلمیذ نہیں ہے۔ غیر معروف لوگوں نے براہِ راست اِن سے روایت لی ہے وہ بھی گنتی کے چند لوگ ہیں انہوں نے بھی ان کے نابینا ہونے کے بعد ان سے روایات لی ہیں جب کہ ان کی روایت کا اعتبار ہی نہیں رہا تھا۔ احناف میں سے کوئی ممتاز قابل ذکر عالم اِن کا تلمیذ نہیں ہے کسی فن کے ماہر ہونے کی حیثیت سے ان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ صرف صحاح میں چند روایتیں آجانے سے آدمی فن کا ماہر نہیں بن جاتا۔ جعفر بن سلیمان صحاح کے راوی ہیں لیکن اُمی تھے اور شیعہ بھی تھے صرف زَاہدانہ ہیئت سے متاثر ہو کر جعفر بن سلیمان کی روایات کو اہلِ سنت کے علماء نے قبول کیا ہے۔ علی بن مسہر کی روایت کو حفاظِ حدیث نے اِس لیے قبول کیا کہ نادر مضمون پر مشتمل تھی اور کسی سند سے تھی ہی نہیں۔ امام ابوحنیفہ کے معروف تلامیذ کو اربابِ صحاحِ ستہ نے نظرانداز کر دیا ہے۔ ان کا کوئی تذکرہ متداول کتبِ رجال میں نہیں ہے۔ کوئی معتبر روایت ان سے منقول نہیں ہے ان کتب میں اخذ حدیث کی بنیاد ہی تعصب پر مبنی ہے۔ آدمی کتنا ہی دیانتدار متقی اور پرہیز گار ہو مگر جب تک اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ کا قائل نہ ہو اس سے حدیث لیتے ہی نہ تھے۔ اہلِ سنت کی تعریف ہی یہ تھی کہ وہ خلقِ قرآن کے مسئلے میں بات ہی نہ کرے پھر اصحابُ الروایہ اور اصحابُ الرائے دو گروہ الگ الگ کر کے اصحابُ الروایہ کی ہی روایت قبول کرتے تھے۔ کسی راوی کا اِن صحاح میں آنا خصوصیت سے صحیحین میں آنا اِس بات کی دلیل ہے کہ حنفیت اُسے چھو کر بھی نہیں گئی۔ ان سے روایت ہی اِس لیے لی ہے کہ وہ اصحابِ ابی حنیفہ میں سے نہیں تھے۔ تہذیب التہذیب میں کسی معروف حنفی کا تذکرہ نہیں ہے۔

علی بن مسہر اپنے وقت میں قاضی رہے ہیں لیکن یہ محکمۂ قضاء کی ملازمت قاضی ابو یوسف کی مہربانی سے تھی یہ ان کے علم وفضل کی وجہ سے نہیں تھی جیسے کہ اُن کے حقیقی بھائی عبدالرحمٰن قاضی ابو یوسف کی وجہ سے

قاضی تھے۔ اِن کا رجال احناف میں شمار غالبًا اِسی وجہ سے ہے حالانکہ یہ اُن کی مجبوری تھی اُس وقت سلطنت کا قانون فقہ حنفی تھا قاضی ابویوسف قاضی القضاۃ تھے۔ اِس محکمے کی نوکری صرف ان کی چشم عنائت سے مل سکتی تھی، نہ بھی چاہتے ہوئے پھر بھی فقہ حنفی پر جبری عمل کرنا ہی پڑتا تھا۔ قاضی تو عمروس البلاد بغداد میں محمد بن عمر واقدی بھی رہے جن کی روایت کو کوئی بھی قبول نہیں کرتا یہ آخر میں چونکہ ایک سازش کی وجہ سے نابینا ہو گئے تھے نوکری چھوٹ گئی تھی گھر بیٹھ رہے تھے اس لیے نوجوان طلاب نے اہل الروایۃ سمجھ کر ان کی روایت قبول کی۔

رہا نفس تعدیل کا مسئلہ تو اصل یہ ہے کہ محدثین کا ذہن قبول روایت کی طرف مائل ہے، جب تک خصوصی علتِ قادحہ نہ ہو وہ روایت کو ردّ نہیں کرتے، اور جب روایت دُوسری سند سے بھی ثابت ہو تو اور کچھ نہیں مؤید ضرور ہوتی ہے۔

سب سے زیادہ قابل افسوس حالت ہم احناف کی ہے۔ حدیث کے معاملے میں ہم بالکل تہی دامن ہیں، حدیث میں ہماری کوئی معتبر کتاب نہیں، صحاح ستہ میں ہمارا کوئی مصنف نہیں ہے۔ اصولِ حدیث میں ہماری کوئی کتاب نہیں ہے۔ تذکرۂ حفاظِ احناف کسی نے مرتب نہیں کیا۔ امام ابوحنیفہ نے جن روایات پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے وہ سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ اِن روایات میں وسائط کم ہیں یہ صحت و یقین سے زیادہ قریب ہیں مگر امام صاحب کی اَسناد سے ان کے حالات ہم نے تفحص کے بعد مرتب نہیں کیے۔

ہمارا درس حدیث مرعوبیت اور دفاعی اور معذرت کے انداز کا ہوتا ہے۔ ہماری بنیادی کوشش یہی ہوتی ہے کہ ہمارا مسلک حدیث کے خلاف نہیں ہے ہم نے اہل الروایۃ کے تمام اصولِ روایات کو من وعن تسلیم کرلیا ہے، اور اَب عملاً اسی پر عامل ہیں۔ ہم دوعملی میں گرفتار ہیں مقلد امام ابوحنیفہ کے ہیں اور صحیح روایات صحاح میں ہیں، ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری ہے اور کتاب الآثار کی اس کے مقابلے میں کوئی حقیقت نہیں۔ اگر ہم سے کہا جائے دونوں کتابوں میں سے ایک اختیار کرلو تو ہم بخاری کو اختیار کریں گے، ہم یہ سمجھتے ہیں کہ صحیح بخاری کا ایک شوشہ اور نقطہ بھی غلط نہیں۔ ہم بخاری کی ہر روایت کو صحیح ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔ حالانکہ امام مسلم نے بخاری سے ایک روایت بھی قبول نہیں کی باوجود یکہ وہ اِن کے شیخ تھے۔ امام ترمذی نے کہیں بھی امام بخاری کا مسلک بیان نہیں کیا۔ ہماری تمام ذہانت اس میں صرف ہوتی کہ ترجمۃ الباب کی حدیث سے کیا مطابقت ہے۔ وہ وہ نکات پیدا کرتے ہیں کہ خود امام بخاری کے

وہم وخیال میں کبھی نہیں آئے ہوں گے، ہمارے نزدیک امام بخاری تمام ائمہ سے بڑھ کر مافوق الانسان تھے۔ امام بخاری سے حدیث میں کبھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ابن مندہ نے کہہ دیا تھا کہ امام بخاری مدلّس ہیں سب نے اِس کی تردید کی۔آپ نے بھی امام محمد بن یحییٰ ذہلی کے معاملے میں اُن کی روش کا اظہار کیا ہے۔

میری تحقیق کے مطابق امام بخاری کی کبھی محمد بن یوسف فریابی سے ملاقات نہیں ہوئی۔ان کی وفات ۲۱۲ھ میں ہے امام بخاری نے پہلا سفر ۲۱۰ھ میں اپنے وطن سے حجاز کا کیا ہے دو سال تک حرمین میں رہے محمد بن یوسف فریابی نے ضعف کی وجہ سے عرصے سے سفر ترک کر دیا تھا۔امام بخاری نے اِن کی وفات کے عرصہ بعد شام کا سفر کیا ہے اور فریاب گئے ہیں۔اور اُن کے وارثوں سے اُن کی روایات حاصل کی ہیں، ان میں سے کچھ روایات اپنی کتاب میں درج کی ہیں۔کہا جاتا ہے بخاری کے نزدیک کم از کم ایک دفعہ راوی کا مروی عنہ سے لقاء ضروری ہے۔اور اصطلاح محدثین میں "حَدَّثَنَا" کہنا لقاء کو ظاہر کرتا ہے مگر امام بخاری محمد بن یوسف کی روایت میں "حَدَّثَنَا" فرماتے ہیں تو اِسے کیا کہا جائے گا؟

یہاں عدم لقاء ثابت ہے اور "وِجَادَۃٌ" بھی نہیں ہے اور اگر ہے تو کہیں تصریح نہیں ہے۔حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ محمد بن یوسف سے بخاری نے ۲۲ روایات اپنی صحیح میں بیان کی ہیں۔روایتِ تزوج میرے سامنے ہے اِس میں بخاری نے اس طرح روایت شروع کی ہے **"حدثنا محمد بن یوسف (الفریابی) قال حدثنا سفیان (الثوری) عن ھشام بن عروۃ "**

اس روایت میں میں نے حافظ کی اِس قید ثوری کی وجہ سے یہاں سفیان ثوری مراد لیے ہیں ورنہ میرے نزدیک یہاں سفیان بن عیینہ مراد ہیں۔اگر ایسا ہو تو روایتِ تزوج ہشام میں ایک راوی کم ہو جاتا ہے۔لکھنا تو بہت کچھ چاہتا تھا مگر تھک گیا ہوں اِس لیے ختم کرتا ہوں۔آپ کی کتاب پر اپنے خیالات کا اِظہار پھر کروں گا۔حافظ مولانا عبدالشہید صاحب کی خدمت میں سلام۔

دُعا گو

نیاز احمد

حقانی مطب بلاک نمبر 9 سرگودھا

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۴

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

26-10-80

محترم مولانا صاحب زَادَ شَرْفُکُمْ

السلام علیکم

۱۹؍ ماہِ حال کا تحریر کردہ گرامی نامہ کل ۲۵؍ کو ملا، میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے مجھے بعض اہم اُمور کی طرف توجہ دلائی اِس خط.....جواب مُصنّف دیکھنے کے بعد عرض کروں گا۔

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش ِنظر صفحات میں اسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اَصل بات یہ محسوس ہوئی کہ میں اپنا مافی الضمیر پوری طرح واضح نہ کرسکا اِنشاء اللہ اگلے خط میں وضاحت سے لکھوں گا کہ میرا مدعا کیا ہے؟

اَب یہ خط صرف اِس لیے لکھ رہا ہوں کہ میں اور مولانا الیف اللہ صاحب، مولانا معراج الحق صاحب سے ملنے کے لیے آنا چاہتے ہیں چونکہ اُن کے قیام کا صحیح پتہ معلوم نہیں اِس لیے پہلے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے۔

کل مجھے ایک شادی میں شریک ہونا ہے اِس لیے پرسوں کا پروگرام بنایا مگر پھر یہ خیال ہوا کہ کل تک میرا خط نہیں مل سکتا اِس لیے بدھ کو علی الصباح چلنے کا پروگرام بنایا اُس وقت تک شاید یہ خط آپ کو مل جائے۔ نہ ملا تو بھی حاضر ہوں گے۔ والسلام

دُعا گو

نیاز احمد

محترمی ومکرمی دامت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

رات وقت ملا تو گرامی نامہ کا مطالعہ کیا۔ حدیث کی اِن کتابوں کی مقبولیت تو خدا کی طرف سے ہے اِس پر کسی کا اختیار نہیں البتہ حنفی حضرات کی اپنی کتابوں سے غفلت بہت غلط ہے۔

کتاب الآثار۔ جامع صغیر۔ جامع کبیر۔ کتاب الحجج ۔ کتب امام طحاوی پر بالکل توجہ نہیں دی گئی یہ عام حنفی علماء نے تو دیکھی بھی نہ ہوں گی اور بعض نہایت کمیاب ہیں اِن کتابوں پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ (مسند ابی حنیفہ پر تو کام ہوا ہے بہت سی کتابیں باقی ہیں)۔

(۲) علی بن مسہرؒ کو حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے حفاظِ حدیث میں شمار کیا ملاحظہ فرمائیں (تذکرۃ الحفاظ جلد نمبرا ص۲۹۰)

اَب دیکھئے وہ آپ کو کیا لکھتے ہیں مجھے اِس کی کاپی بھی اِرسال فرمائیں تو بہتر ہو اِسی طرح فریابیؒ کے بارے میں بھی ملاحظہ فرمالیں۔

(۳) جناب نے محمد بن یوسف الضریابی ؒ سے امام بخاریؒ کی روایت کو انقطاع پر محمول فرمایا ہے۔ اِس طرح کے اعتراضات تقریبًا ایک سو سندوں پر دارِقطنی نے کیے ہیں لیکن اُنہیں تسلیم نہیں کیا گیا اور جوابات لکھے گئے ہیں۔ نیز یہ کہ طالقان فاریاب گوزگان بلخ سب بخارا کے قریبی علاقے ہیں وہاں بھی اِستفادہ ممکن ہے کیا ہو، اِس قسم کے اشکالات سے اپنا ہی نقصان ہوتا ہے کہ تعلیمات میں شکوک پیدا ہوتے ہیں اور اِس سے منکرینِ حدیث کو جو اہل اَہواء ہیں فائدہ پہنچتا ہے۔

(۴) وکیع بن الجراح، ابن مبارک، یحیٰی بن القطان، حفص بن غیاث، لیث بن سعد اور بہت سے حضرات یہ سب اگرچہ ائمہ حدیث تھے مگر امامِ اعظم یا اُن کے تلامیذ سے قریبی تعلقات اور اِستفادہ کا ثبوت یقینی ملتا ہے۔ اِن حضرات سے اربابِ صحاح نے روایات لی ہیں اِن میں کتنے آدمی ایسے ہیں جنہوں نے **اَلْاِیْمَانُ قَوْلٌ وَّ عَمَلٌ** کی تصریح کی ہے۔

اِس سلسلہ میں مجھے حافظ زاہد کوثری رحمۃ اللہ علیہ کی توجیہ بہت پسند ہے وہ لکھتے ہیں :

لَمْ یُخْرِجِ الْبُخَارِیّ وَ مُسْلِمٌ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ مَعَ اَنَّھُمَا اَدْرَکَا صِغَارَ اَصْحَابِہٖ وَاَخَذَا عَنْھُمْ وَلَمْ یُخْرِجَا اَیْضًا عَنِ الشَّافِعِیِّ مَعَ اَنَّھُمَا لَقِیَا بَعْضَ اَصْحَابِہٖ وَلَااَخْرَجَ الْبُخَارِیُّ مِنْ حَدِیْثِ اَحْمَدَاِلَّاحَدِیْثَیْنِ اَحَدُھُمَا تَعْلِیْقًا وَالْاٰخَرُ نَازِلًا بِوَاسِطَۃٍ مَعَ اَنَّہٗ اَدْرَکَہٗ وَلَازَمَہٗ وَلَااَخْرَجَ مُسْلِمٌ فِیْ صَحِیْحِہٖ عَنِ الْبُخَارِیِّ شَیْئًا مَعَ اَنَّہٗ لَازَمَہٗ وَنَسَجَ عَلٰی مِنْوَالِہٖ وَلَااَخْرَجَ اَحْمَدُ فِیْ مُسْنَدِہٖ عَنْ مَالِکٍ بِطَرِیْقِ الشَّافِعِیِّ اِلَّا خَمْسَۃَ اَحَادِیْثَ مَعَ اَنَّہٗ جَالَسَ الشَّافِعِیَّ وَسَمِعَ مِنْہُ مُؤَطَّا مَالِکٍ وَعُدَّ مِنَ الرُّوَاۃِ الْقَدِیْمِ .وَالظَّاھِرُ مِنْ دِیْنِھِمْ وَاَمَانَتِھِمْ اِنَّ ذَالِکَ مِنْ جِھَۃِ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّ اَحَادِیْثَ ھٰؤُلَاءِ فِیْ مَأْمَنٍ مِّنَ الضِّیَاعِ لِکَثْرَۃِ اَصْحَابِھِمُ الْقَائِمِیْنَ بِرِوَایَتِھَا شَرْقًا وَ غَرْبًا .

وَمَنْ ظَنَّ اَنَّ ذَالِکَ لِتَحَامِیْھِمْ عَنْ اَحَادِیْثِھِمْ اَوْلِبَعْضِ مَا فِیْ کُتُبِ الْجَرحِ مِنَ الْکَلَامِ فِیْ ھٰؤُلَاءِ الْاَئِمَّۃِ کَقَوْلِ الثَّوْرِیِّ فِیْ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ وَقَوْلِ ابْنِ مُعِیْنٍ فِی الشَّافِعِیِّ وَقَوْلِ الْکَرَابِسِیِّ فِیْ اَحْمَدَ وَقَوْلِ الذُّھَلِیْ فِی الْبُخَارِیِّ وَنَحْوِ

ھٰذَا فَقَدْ رَكِبَ شَطَطًا. (مقدمہ لامع الدراری ص ۵۱. ملخصًا)

باقی آپ حضرات کی خط و کتابت ملتی رہے تو محظوظ ہوتا رہوں گا۔

والسلام

نیاز احمد

۵/نومبر ۸۰ء

9-11-80

محترمی حضرت مولانا صاحب زَادَ لُطْفُکُمْ

السلام علیکم

آپ کے دو خطوط کے جواب میرے ذمّے ہیں، پہلے خط کا جواب میں نے لکھ لیا ہے صاف کرانا باقی ہے ایک دو دن میں صاف ہو جائے گا تو روانہ کردُوں گا۔ اِرتعاش کی وجہ سے بعض جگہ عبارت مَایُقْرَءُ نہیں رہتی اِس لیے صاف کرالیتا ہوں۔ میرا ایک بھتیجا یہاں گورنمنٹ کالج میں عربی کا پروفیسر ہے اُس سے یہ بیگار لیتا ہوں اللہ تعالیٰ اُسے خوش رکھے بخوشی یہ خدمت انجام دے دیتا ہے۔ جواب لمبا ہے میں نے اِسے چھوٹے چھوٹے پیروں میں تقسیم کر دیا ہے اور ہر پیرے پر نمبر لگا دیے ہیں۔ بعض اہم پیروں پر ایک نشان لگا دیا ہے مقصد یہ ہے کہ اِن پر خصوصی توجہ فرمائیں، بعض میں وضاحت کی درخواست ہے اگر وضاحت آجائے تو ممنون ہوں گا۔

یہ خط ایک تکلیف دینے کے لیے لکھ رہا ہوں مولانا معراج الحق صاحب نے فرمایا تھا کہ وہ کراچی جا رہے ہیں وہاں سے آکر اگر ممکن ہوا تو سرگودھے کا پروگرام بنائیں گے۔

مجھے بھی اپنے ایک ذاتی کام کے لیے کراچی جانا پڑ گیا میرے دو لڑکے کراچی میں ہیں ایک وہاں تجارت کرتا ہے دُوسرا وکیل ہے۔ وہ وہاں ایل۔ ایل۔ ایم میں داخل ہے یہ ''قانون'' کا اعلیٰ امتحان ہے۔ دو سال کا کورس ہے حکومتِ پاکستان نے پچھلے سال سے شروع کیا ہے میرا لڑکا پہلے سے ایم۔ اے، ایل ایل۔ بی ہے پہلے سرگودھے میں وکالت کرتا تھا اَب کراچی میں وکالت شروع کر دی ہے۔ میں دس بارہ روز وہاں

رہوں گا اِس دَوران مولانا معراج الحق صاحب سے ملاقات ہوتی رہے تو بہتر ہوگا، میں یہاں سے ۸۰۔۱۱۔۱۲ کو صبح چلوں گا اور اگلے روز صبح پہنچ جاؤں گا۔

یہاں جواب پہنچنا مشکل ہوگا اِس لیے مندرجہ ذیل پتہ پر جواب دے کر ممنون فرمائیں مولانا کے قیام کا پتہ تحریر فرمائیں۔ حکیم نیاز احمد معرفت میاں مشہود احمد ایڈووکیٹ پوسٹ بکس نمبر ۹۹۲۵ کراچی نمبر۲

اگر مولانا عبدالرشید صاحب کا جواب آگیا تو روانہ کردُوں گا ورنہ کراچی میں اُن سے ملاقات ہوگی اُن کے جواب سے مطلع کروں گا۔

دُعاگو

نیاز احمد

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۵

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

محترمی! السلام علیکم

کراچی میں آپ کا گرامی نامہ مل گیا تھا۔ آپ کی کرم فرمائی کا بے حد ممنون ہوں۔ مولانا عبدالرشید صاحب سے اُن کے خط پر زبانی گفتگو ہوئی تھی وہ بھی تحریر کروں گا۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جار ہا ہے۔ (ادارہ)

آپ کے لیے گرامی نامے کا جواب اِرسال کر رہا ہوں اُمید کرتا ہوں غور سے مطالعہ فرما کر اپنے خیالاتِ عالیہ سے مستفید فرمائیں گے۔

مولانا معراج الحق صاحب کی خدمت میں سلامِ مسنون

دُعا گو

نیاز احمد

حقانی مطب

بلاک نمبر 9 سرگودھا

23 نومبر ۸۰ء

محترمی حضرت مولانا صاحب ! السلام علیکم

مندرجہ ذیل اُمور پر غور فرمایئے :

1۔ تمام محدثین نے ہشام بن عروہؒ کی روایتِ تزوج کو اصل روایت قرار دیا ہے۔ یہ روایت تین جملوں پر مشتمل ہے " نَکَحَھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِیْنَ وَبَنٰی بِھَا وَھِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ . وَکَانَتْ عِنْدَھَا تِسْعًا اَوْ مَاتَ عَنْھَا وَھِیَ بِنْتُ ثَمَانِیْ عَشَرَۃَ سَنَۃً " تمام اَربابِ صحاح نے اِسے بیان کیا ہے کسی نے ترک نہیں کیا۔ امام بخاریؒ نے تو صرف اِسے ہی بیان کیا۔

2۔ اِس روایتِ ہشام بن عروہ کو اُن کے بارہ تلامیذ نے براہِ راست اُن سے نقل کیا ہے۔ صحاحِ ستہ میں اُن کے دس تلامیذ سے یہ روایت آئی ہے اور دو سے دُوسری کتبِ حدیث میں آئی ہے۔

3۔ اِس روایتِ تزوج کے بیان میں پہلے جز میں یہ اختلاف پایا جاتا ہے کہ بعض سِتَّ سِنِیْنَ بیان کرتے ہیں اور بعض سَبْعَ سِنِیْنَ بیان کرتے ہیں۔ باقی دو جزو پر سب کا اتفاق ہے۔

4۔ اِس روایت کے بیان میں یہ بھی ہے کہ بعض پہلے دو جزو بیان کرتے ہیں اور آخر کا جزو ترک

کر دیتے ہیں اور بعض آخر کے دو جز و بیان کرتے ہیں اور پہلا چھوڑ دیتے ہیں لیکن درمیان کے جزو "وَبَنٰی بِهَا" کو کسی نے ترک نہیں کیا۔

5۔ اِس روایتِ تزوج کی تائید میں ہشام بن عروہؒ کے علاوہ تین اور روایتیں صحاحِ ستہ میں حضرت عائشہؓ سے دُوسری اَسناد سے آئی ہیں اور مضمونِ روایت وہی ہے جو ہشام بن عروہؒ کی روایت کا ہے۔

ایک ابوسلمہ مدنی ؒ عن عائشہؓ ہے، دُوسری اسودؒ بن یزید کوفی عن عائشہؓ ہے، تیسری ابوعبیدہؒ عن عائشہؓ ہے۔

6۔ اِس روایتِ ہشام بن عروہؒ کی تائید میں ایک روایت زہریؒ عن عروہؒ عن عائشہؓ ہے یعنی ہشامؒ عن عروہؒ نہیں ہے بلکہ زہری عن عروہ ہے۔ اِسی روایت میں " لُعَبُهَا مَعَهَا " کا اِضافہ ہے اور یہ روایت صرف مسلم میں ہے۔

7۔ اِس روایت کو جس میں " لُعَبُهَا مَعَهَا " کا اِضافہ ہے اور کسی محدث نے قبول نہیں کیا۔

(ا) صحاحِ ستہ میں کسی اور نے اِسے قبول نہیں کیا اور حدیث کی کسی کتاب میں یہ روایت نہیں آئی تو ضرور کوئی علتِ قادحہ ایسی ہے جس کی وجہ سے کسی نے بھی اِسے قبول نہیں کیا۔

(ب) اصل روایتِ تزوج ہشام بن عروہؒ میں جو بارہ حفاظ سے منقول ہے اُس میں " لُعَبُهَا مَعَهَا" نہیں ہے۔

8۔ دیگر تائیدی روایات میں بھی یہ جملہ نہیں ہے۔

9۔ صرف مسلم والی روایت میں یہ جملہ " لُعَبُهَا مَعَهَا " ہے اُس روایت کی سند یہ ہے :

مُسْلِمٌ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَؓ .

اِس روایت میں یہ جملہ حضرت عائشہؓ سے لے کر عبد بن حمید تک کسی کا بھی کہہ سکتے ہیں بظاہر تو یہی متبادر ہے کہ یہ جملہ خود حضرت عائشہؓ کا ہے اور نیچے کے راوی صرف ناقل ہیں۔

10۔ سند کے رجال نہایت معتبر اور ثقہ ہیں اور رجالِ صحیحین میں اِن کی ثقاہت پر اجماعِ اُمت ہے اِس لیے ماننا پڑے گا کہ یہ روایت اُس اِضافے کے ساتھ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے اور یہ اِضافہ ثقہ نہیں بلکہ اِضافۂ ثقات ہے۔ اور اِضافۂ ثقہ کے قاعدے سے یہ روایت کامل ہے اور باقی روایات ناقص اور نامکمل ہیں۔

11۔ تمام کتبِ حدیث میں یہ روایت ناقص نقل ہوئی ہے صحاحِ ستہ میں اور غیر صحاح میں۔

12۔ صرف امام مسلمؒ کو تمام محدثین میں یہ توفیق ہوئی ہے کہ وہ تلاش کر کے ایک معتمد سند سے یہ کامل روایتِ عائشہؓ بیان کر سکے ورنہ اُمت اِس کامل روایت کی سعادت سے محروم ہو جاتی اور ایک کامل روایت ہی ناپید ہو جاتی۔

13۔ دُوسرے تمام محدثین نے اِس قدر تعصب برتا کہ اِس کامل روایت کو کسی سند سے بھی اپنی کتابوں میں درج نہیں کیا اور اشاعتِ حدیث کے فرض سے غافل رہے۔

14۔ صحاح کے تمام مصنفین تیسری صدی کے روایت میں اور تقریباً ہم عصر میں امام مسلمؒ کی کتاب امام بخاریؒ اور امام دارمیؒ کو چھوڑ کر سب کے سامنے تھی کسی نے بھی اُس کا تتبع نہیں کیا بعد کے محدثین نے اِسے درخورِ اِعتناء خیال نہیں کیا مثلاً بیہقی، حاکم وغیرہ۔

15۔ آپ کے بیان کردہ اُصولوں کو اگر بنیاد بنا لیا جائے تو کسی روایت پر گفتگو ہو ہی نہیں ہو سکتی ہر روایت کو مِنْ وَعَنْ تسلیم کرنا ضروری ہے کیونکہ اَصح سند سے منقول ہے۔

16۔ اہلِ علم کے لیے اِس قسم کا استدلال ناتسلی بخش ہے۔ جب احکام کی روایات پر درایۃً وسندًا علماء بحثیں کرتے ہیں اور اپنے مسلک کے خلاف اُن کے اَدِلّہ کو مجروح قرار دیتے ہیں تو کیوں سِیَر کے درجے کی غیر منقح روایات میں غور وفکر کرنا ہی چھوڑ دیں۔

17۔ امام طحاویؒ نے مسِ ذکر کی بحث سے ثابت کیا ہے کہ زہری مدلس ہے۔ عروہ خود مدلس ہے ہشام بن عروہ بھی مدلس ہے اور ہشام نے یہ روایتِ مسِ ذکر اپنے باپ سے نہیں سُنی کسی اور سے سُنی اور اُسے

درمیان سے نکال کر تدلیسًا اپنے باپ سے بیان کرنی شروع کردی۔ مس ذکر والی روایت **ثَنَا عَبْدُالرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِیْ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ بُسْرَةَ** سے منقول ہے۔ امام طحاوی نے اِس سند کا اِنقطاع ثابت کیا ہے اور لکھا کہ ''زہری نے یہ روایت عروہ سے نہیں سُنی اور عروہ نے بُسرہ سے نہیں سُنی (بلکہ بُسرہ اور عروہ کے درمیان مروان یا شُرطیِ مروان ہے۔ زہری اور عروہ کے درمیان عبداللہ بن ابوبکر ہے''۔ تو یہ روایت صحاح میں آنے کے باوجود منقطع، نا قابلِ استشہاد اور ساقط الاعتبار ہے۔

18۔ مزید وضاحت کے لیے یہ عرض ہے (اگرچہ واقع میں میرا اِستدلال اِس سے مختلف ہے) حضرت عائشہؓ سے اِس روایت کو بیان کرنے والے چار راوی ہیں: (1) اَسود (2) ابوعبیدہ (3) ابوسلمہ (4) اور عروہؒ۔ پہلے تین رُواۃ سے صحاح میں یہ روایت آئی ہے اُس میں ''**لُعَبُهَا مَعَهَا**'' نہیں ہے۔ عروہؒ سے بیان کرنے والے دو رَاوی ہیں ہشام بن عروہؒ و اِبن شہاب زہریؒ۔ ہشام بن عروہؒ سے بیان کرنے والے بارہ حفاظِ حدیث ہیں اور اُن سے آگے بیان کرنے والے بیشمار ہیں اور دو تو امامِ مسلک ہیں، امام شافعیؒ اور امام احمد۔ اِن کی کسی روایت میں ''**لُعَبُهَا مَعَهَا**'' نہیں ہے۔

19۔ زہری سے جو روایت منقول ہے اُس میں ''**لُعَبُهَا مَعَهَا**'' ہے مگر اُس سند کی کیفیت یہ ہے کہ زہری کے بیشمار تلامیذ ہیں مگر اُن سے یہ روایت صرف معمر نے سُنی۔ آگے معمر کے بیشمار تلامیذ ہیں مگر اُن سے یہ روایت صرف عبدالرزاق کو حاصل ہوئی۔ عبدالرزاق کے بہت تلامیذ ہیں جیسے امام احمد مگر اُن سے عبدِ حمید نے حاصل کی اور اِس کے بعد امام مسلم نے لی۔ عروہ سے لیکر نیچے تک واحد عن واحد راوی ہے۔

20۔ تعجب ہے عروہؒ نے اپنے بیٹے کو جو روایت بیان کی وہ ناقص بیان کی اور زہری سے جو بیان کی کامل بیان کی اور واقع میں زہری کا عروہ سے نہ لقاء ثابت ہے نہ سماع۔ محدثین کا اِس پر اِتفاق ہے کہ عروہ سے زہری کا نہ لقاء ثابت ہے نہ سماع اِس لیے زہری کی عروہ سے ہر روایت منقطع ہوتی ہے۔

21۔ زہری کے دس تلامیذ معروف و مشہور ہیں اُن میں معمر نہیں ہیں۔ زہری نے اپنے معتمد تلامیذ کو اِس روایت سے محروم رکھا ایک غیر معروف تلمیذ ـــــــ معمر کو نواز دیا۔

22۔ پھر آگے معمر نے یہ روایت اپنی کتاب جامع میں درج نہیں کی اور اِس کے علاوہ اُن کی کوئی کتاب ہے ہی نہیں پھر اُن سے صرف عبدالرزاق کو ملی، عبدالرزاق سے امام احمد اور دُوسرے محدثین نے روایات لی ہیں اور بیان کی ہیں مگر یہ روایت اُن کے کسی معروف تلمیذ سے منقول نہیں ہے۔

23- عبد بن حمید کی پیدائش ۱۸۵ھ ہے۔اُنہوں نے عبدالرزاق سے عَلٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ سُنا جبکہ وہ نابینا اور نا قابلِ اعتبار تھے۔ اَلثِّقَةُ یُرْسِلُ تَارَةً وَیُسْنِدُ اُخْرٰی بھی یہاں نہیں ہے کیونکہ عبدالرزاق اپنی کتاب '' مُصَنَّفْ '' میں مرسل بیان کریں جو روایت کی ناقص حالت ہے اور وہ اُس وقت تندرست تھے اور تلمیذ کو موصول بیان کریں جبکہ وہ نابینا تھے۔

24/1۔ پھر جبکہ ہشام بن عروہ کی روایت کی بارہ حفاظ سے موصول اِس اِضافے کے بغیر منقول ہے اِن حالات میں اِس روایت پر شاذ کا حکم لگ سکتا ہے۔

24/2۔ میرے نزدیک زہری اِس سے واقف ہی نہیں تھے کہ حضرت عائشہ کا نکاح کم عمری میں ہوا ہے۔ روایتِ تزوج میں زہری زیرِ بحث نہیں ہیں کیونکہ اُن سے یہ روایت میرے نزدیک منقول ہی نہیں ہے۔عبدالرزاق نے اِس مضمون کو اپنی محبوب سند سے متعلق کیا ہے معمر اور زہری اِس روایت سے بے خبر ہیں۔

25۔ خلاصہ بحث : حضرت عائشہؓ اور عروہ اِس اِضافے سے بے خبر ہیں کیونکہ عبدالرزاق والی سند کے علاوہ کسی سند سے یہ اِضافہ منقول نہیں ہے۔امام زہری اُس روایت سے بے خبر ہیں کیونکہ اُن کا کوئی تلمیذ روایتِ تزوج کو اُن سے بیان نہیں کرتا۔کسی حدیث کی کتاب میں روایتِ تزوج اُن سے منقول نہیں ہے معمر بھی اِس روایت سے بے خبر ہیں کیونکہ اُن کی کتاب جامع معمر میں یہ روایت نہیں ہے۔ نیز اُن کا کوئی تلمیذ اُن سے یہ روایت بیان نہیں کرتا کسی حدیث کی کتاب میں اُن سے یہ روایت مذکور نہیں ہے۔ عبدالرزاق کی اپنی کتاب '' مُصَنَّفْ '' میں معمر کے واسطے سے یہ روایت مذکور ہے لیکن مرسل عروہ کے طور پر مذکور ہے پھر آگے عبدالرزاق کے تلامیذ میں سے عبد بن حمید کے علاوہ کوئی اِسے بیان نہیں کرتا۔(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ٦

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

26۔ ہر مصنّف اپنی کتاب میں بہترین روایت کا اِنتخاب کرتا ہے۔ عبدالرزاق کے نزدیک یہ مرسل عروہ ہی بہترین تھی جسے درجِ کتاب کیا۔ چونکہ عبدالرزاق سے اُوپر اِس کا علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے اِس لیے معلوم ہوا کہ اِس اضافے کے ساتھ یہ عبدالرزاق کی مرسل روایت ہے۔

27۔ اور روایتِ تزوجِ ہشام میں یہ اِضافہ '' لُعَبُهَا مَعَهَا '' عبدالرزاق نے کیا ہے...... عبد بن حمید نے اِس مرسل کو موصول بیان کیا ہے مگر اُن کی اپنی کتاب '' مُصَنَّفْ '' میں موصول نہیں ہے.....

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

تو وہ اپنی کتاب میں ناقص درج کریں اور تلمیذ سے موصول بیان کریں، محل تعجب ہے۔

28۔ عبد بن حمید ۱۸۵ھ میں پیدا ہوئے۔ عَلٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ اُن کی عمر ۱۴ سال ہے۔ اِس سے یہ معلوم ہو رہا ہے کہ اِنہوں نے عبدالرزاق سے نابینا ہونے کے بعد سُنا ہے۔

29۔ یہ ساری گفتگو روایتِ تزوج پر ہے لَعَبْ بِالْبُنَاتْ پر نہیں ہے۔ لَعَبْ بِالْبُنَاتْ کی تمام روایات ہشام بن عروہ سے منقول ہیں زہری سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔

30۔ ہشام سے لَعَبْ بِالْبُنَاتْ کے ایک راوی معمر بھی ہیں اور آگے اُن سے عبدالرزاق ہیں۔ عبدالرزاق نے لَعَبْ بِالْبُنَاتْ سے لعب کا مفہوم لے کر روایتِ تزوج میں شامل کر دیا اور یہی ہمارا دعویٰ ہے کہ یہ اِدراج عبدالرزاق کا ہے۔ حضرت عائشہؓ سے یہ جملہ منقول نہیں ہے اِس لیے غیر واقعی اور قابلِ رد ہے۔

31۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ عبدالرزاق کی '' لُعَبُهَا مَعَهَا '' والی روایت دُوسری سند سے موجود ہے میری تحقیق کے مطابق یہ روایت کسی دُوسری سند سے موجود نہیں ہے۔ اگر ہے تو براہِ کرم حوالہ تحریر فرمائیے۔

32۔ اگر قریبی مضمون کی روایات موجود ہیں تو اُس سے بناء کے وقت گڑیوں کا ساتھ ہونا کیسے ثابت ہو گیا۔ کسی روایت میں بھی یہ نہیں ہے کہ بناء کے وقت بنات ساتھ تھیں یعنی لعب۔

33۔ آپ نے بحث کو پھیلا دیا ہے۔ اگر واقعی حضرت عائشہؓ زفاف کے وقت اِتنی بچی تھیں تو یہ فرمائیے وہ اُس وقت بالغہ تھیں یا نابالغہ تھیں کیونکہ بناء کی روایات میں کوئی تصریح نہیں ملتی بلکہ روایات کا رُجحان نابالغی کی طرف ہے..............

''وہ جھولے میں تھیں ماں کھینچ لائیں سانس چڑھ گیا۔ ماں نے منہ ہاتھ دھویا وغیرہ۔'' اِسی لیے اَربابِ ظواہر کہتے ہیں کہ ۹ سال کی عمر میں بناء کر لینی چاہیے چاہے لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ یہی سنت ہے۔

یا بالغہ تھیں؟ یہ بلوغت کی قید کہاں سے لی۔ روایات میں تو ہے نہیں۔ اور بقول آپ کے ہم معنی روایات بچپن کو ہی ظاہر کر رہی ہیں۔

مہربانی فرما کر مسئلہ کی وضاحت فرمائیے۔

33۔ مولانا احمد شاہ بخاری نے اپنی کتاب تحقیق فدک میں اختلافی روایات کا ذمہ دار زہری کو ٹھہرایا ہے۔ یہ کتاب جامعہ کے کتب خانے میں ہوگی اُسے مطالعہ فرمائیں۔

34۔ مذہبِ شیعہ پر قمرالدین صاحب سیالوی کی کتاب ہے اُس میں زہری کو شیعہ قرار دیا ہے کیونکہ اُصولِ کافی اور فروعِ کافی میں محمد بن سلیم سے بہت سی روایات منقول ہیں۔

35۔ زہری پر رجال میں کافی بحث ہے۔ بالاتفاق مسلمہ شخصیت نہیں ہیں۔ یہ مدلّس ہیں۔

36۔ مرسل ہیں اور مدرج ہیں۔ اُن کی مرسلات کو ائمہ فن نے شر المرسلات قرار دیا ہے۔ اِس مختصر خط میں تفصیل کی گنجائش نہیں ہے۔

37۔ میں نے ایک مسلمہ ضابطہ تحریر کیا تھا کہ کردار صحابہ دین کی مستقل بنیاد ہے جو قرآن اور سنت سے ثابت ہے۔ اُن کے لیے رضائے الٰہی بنص قطعی ثابت ہے۔ اُن کی آپس میں محبت اور اُلفت یقینی اور حتمی ہے جس کو کلمہ " رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ . فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا " سے ظاہر کیا گیا ہے۔

اَب اگر کوئی روایت اُن کی کردار کُشی کرے یا اُن کے تباغض کو ظاہر کرے تو ہم اُس روایت کو تسلیم نہیں کریں گے کیونکہ ہم قرآن اور رسول پر ایمان لانے کے مکلّف ہیں اِس پر ہی ہماری نجات موقوف ہے۔ رواۃِ روایت پر ایمان لانے کے مکلّف نہیں ہیں جبکہ اُن کی روایت کا مضمون نص کے خلاف ہو۔

38۔ یقیناً حضرت عائشہؓ کی عمر کا مسئلہ اِیمانیات میں سے نہیں ہے اور نہ ہم سے اِس بارے میں باز پرس ہوگی۔ یہ ایک روایت کی تاریخی تحقیق ہے ہر عالم کو اِختیار ہے دِل کو لگے مان لے ورنہ رد کردے۔

39۔ میرے نزدیک یہ صرف ایک تاریخی روایت ہے۔ متقدمینِ احناف اور مالکیہ نے اِس روایت سے کہیں استدلال نہیں کیا اور نہ کوئی استنباط کیا۔ یہ روایتِ تزوج قدیم کتابوں میں پائی ہی نہیں جاتی۔ مؤطا امام مالک میں نہیں ہے مؤطا امام محمد میں نہیں ہے۔ امام مالک کے فتاویٰ مدونۃ الکبریٰ میں کہیں اِس سے استدلال نہیں ہے کتاب الآثار میں نہیں ہے۔ امام محمد کی ظاہر الروایہ کی چھ کتابوں میں نہیں ہے۔ امام یوسف کی

تمام کتابوں میں نہیں ہے۔ مسند امام اعظم میں نہیں ہے۔ ابتدائی سیرت نگاروں نے بھی اِسے قبول نہیں کیا۔ سیرت ابن اسحاق میں نہیں ہے۔

40۔ غرض امام ابوحنیفہ اور اُن کے مختص تلامیذ نے اِس روایتِ ہشام کو قبول نہیں کیا۔ اور امام مالک نے بھی اِسے قبول نہیں کیا۔ دُوسری صدی کے آخر میں امام شافعی نے اِسے قبول کیا پھر امام احمد نے قبول کیا۔

احناف میں سے سب سے پہلے شمس الائمہ سرخسی ۴۵۰ھ کے بعد مبسوط میں ذکر کیا اور اُس سے استشہاد کیا معلوم نہیں مالکیہ نے کب قبول کیا۔

41۔ محدثین رحمہم اللہ نے امکان بھر کوشش کی روایات میں کوئی کھوٹ نہ آنے پائے۔ کوئی غلط بات آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب نہ ہو مگر فطرتِ انسانی میں بھول چوک شامل ہے۔

42۔ میں نے اُصولِ حدیث کو سامنے رکھ کر روایات کو پرکھا ہے۔ آخر میں بھی اِنسان ہوں اور نسیان وخطا میرے خمیر میں بھی شامل ہے۔ اِنْ کَانَ الصَّوَابُ فَمِنَ اللّٰہِ وَاِنْ کَانَ الْخَطَاءُ فَمِنِّیْ وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَالْمُعِزُّ۔

43۔ محدثین دانستہ کسی موضوع روایت کو اپنی کتابوں میں نہیں لائے ہیں۔ اُنہوں نے اپنی طرف سے پوری تحقیق کر کے روایات کو قبول کیا ہے۔ خصوصیت سے احکام کی روایات میں بہت زیادہ چھان بین کی ہے لیکن مغازی اور سیر میں اُن کا معیار اِتنا سخت نہیں ہے۔ ابن اسحاق کی روایت کو قبول کیا ہے اِس باب میں ضعیف روایات آگئی ہیں بلکہ کچھ غیر واقعی مواد بھی شامل ہوگیا ہے مگر اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ وہ اِس پر بھی اَجر کے مستحق ہیں۔

44۔ صحاح کی ہر روایت پر اِتنا اصرار نہیں ہونا چاہیے کہ یہ یقیناً صحیح ہے خبر آحاد کے قبول کا دارومدار ظنِ غالب پر ہے اور اُس میں ہر وقت غلطی کا اِحتمال ہے بلکہ بعض دفعہ واقعی میں غلطی موجود ہوتی ہے۔

45۔ اِسی لیے قبولِ روایت کے اُصول بنائے گئے۔ ہم اُن کے ذریعے روایات کے اَسقام کو معلوم کر سکیں۔ اِسی لیے محدثین روایت کے ساتھ سند بیان کر دیتے ہیں تاکہ وہ ذمہ سے بری ہوں۔

46۔ نہایت اَدب سے یہ بھی عرض خدمت ہے کہ رُواۃِ صحاح کوئی آسمانی مخلوق تو نہیں ہیں کہ اُن سے غلطی کا صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ بھی ہماری ہی دُنیا کے رہنے والے تھے اُن کے اعمال کے محرکات میں اُن کے جذبات و معتقدات بھی شامل تھے۔

47۔ اَب تک کوئی ایسا آلہ ایجاد نہیں ہوا کہ کسی کی ذہنی کیفیت کو کَمَا ھِیَ جانچا جا سکے اور پوری طرح اُس کے حافظے کا حدودِ اَربعہ معلوم کیا جا سکے۔

48۔ پھر قبولِ روایت میں محدثین نے ایسی لچک رکھی ہے کہ بہت کچھ رطب و یابس اُس میں شامل ہو گیا ہے، روایت بالمعنی اِتنی بڑی چھوٹ ہے کہ اِس کی موجودگی میں کسی روایت کی گرفت ہی مشکل ہے۔

49۔ محدثین کا ذہن بنیادی طور پر قبولِ روایت کی طرف مائل ہے کیونکہ مسلمان ''لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ '' پر ایمان رکھتا ہے اِس لیے اُس سے جھوٹ کی توقع نہیں ہے۔ پھر ''مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ '' کی وعید موجود ہے کیسے جھوٹ بولا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کی کڑی شرط صرف اِتنی ہی ہے کہ عمر بھر میں ایک دفعہ لقاء ثابت ہو اور امام مسلم کے نزدیک صرف معاصرت کافی ہے لقاء ضروری نہیں۔ اِس حالت میں روایت صحیح ہوگی۔

50۔ واقع میں یہ قبولِ روایت کے رعایتی اُصول ہیں اسی لیے صحاح میں بلکہ صحیحین میں مبتدعین سے روایات موجود ہیں۔ مرجیہ، قدریہ، ناجی، شیعہ، معتزلی سب رُواۃ موجود ہیں۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی نے مقدمہ شرح مسلم میں لکھا ہے : '' اَلْمُسْلِمُ مَلْاٰنٌ مِّنْ رُوَاةِ الشِّيْعَةِ'' امام نسائی نے جو نقدِ حدیث کے مسلّم امام ہیں.......صحیح بخاری کے رُواۃ میں سے ایک جماعت کو ''کتاب الضعفاء والمتروکین'' میں داخل کیا ہے۔ اور حدیث ابنِ عمر کو '' كَيْفَ بِكَ اِذَا عَمَرْتَ بَيْنَ قَوْمٍ يُحِبُّوْنَ رِزْقَ سَنَتِهِمْ'' الحدیث کو.........(بحوالہ امام ابن ماجہ) جو حماد بن شاکر کے نسخے میں مروی ہے موضوع بتایا ہے. (التعقبات علی الموضوعات اَز سیوطی ص 43، طبع علوی لکھنو ۱۳۰۲ھ)۔ (جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۷

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

51۔ البتہ امام اعظم اور امام مالک کے قبول روایت کے پختہ اُصول ہیں جن الفاظ میں روایت سنی اُن ہی الفاظ میں ادا کرے اور ابتداءِ سماعت سے اداء روایت تک یاد بھی رکھے۔ امام مالک نے کسی بدعتی سے روایت نہیں لی۔

52۔ صحیحین میں غیر منقح روایات موجود ہیں۔

53۔ امام بخاری بایں عظمت و شان آخر اِنسان تھے۔ محدث شہیر امام محمد بن یحیٰی ذہلی صاحبِ زہریات نے جو امام بخاری کے شیخ تھے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر امام بخاری سے قطع تعلق کر لیا تھا اور اعلان کر دیا

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

تھا : " اَلْقُرْآنُ کَلَامُ اللّٰہِ غَیْرُ مَخْلُوْقٍ مَنْ زَعَمَ لَفْظِی بِالْقُرْآنِ مَخْلُوْقٌ فَھُوَ مُبْتَدِعٌ لَایُجَالَسُ وَلَایُتَکَلَّمُ وَمَنْ ذَھَبَ بَعْدَ ھٰذَا اِلٰی مُحَمَّدِ بْنِ اِسْمَاعِیْلَ فَاتَّھِمُوْہُ فَاِنَّہٗ لَا یَحْضُرُ مَجْلِسَہٗ اِلَّا مَنْ کَانَ عَلٰی مَذْھَبِہٖ."(الطبقات الشافعیه الکبری) ۔ نہ صرف امام ذہلی نے امام بخاری کو ترک کیا بلکہ اُن کے اَقران امیر المومنین فی الحدیث ابوزراعہ راوی اور امامِ کبیر ابوحاتم الرازی نے بھی اُن کو ترک کردیا اور اُن کی روایات کو ترک کردیا (کتاب الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم) اور ابن ابی حاتم نے امام بخاری کے تاریخی اوہام پر ایک کتاب کتاب خطأ البخاری لکھی ۔ علامہ سخاوی نے اعلان التوبیخ میں لکھا:

" لابن ابی حاتم جزء کبیرعندی انتقد فیه البخاری".

54۔ امام ذہلی نے امام بخاری کو منع کردیا تھا کہ مجھ سے کوئی روایت بیان نہ کریں ۔ مگر بخاری میں امام ذہلی سے بقول حافظ ابن حجر 34 روایات آتی ہیں مگر کہیں بھی اُن روایات میں محمد بن یحیٰی ذہلی نہیں کہا کبھی حدثنا محمد کبھی حدثنا محمد ابن عبداللہ کبھی حدثنا محمد بن خالد ذکر کیا ہے ۔ عبداللہ ذہلی کے دادا ہیں اور خالد پردادا۔ ''وَمَا ھٰذَ ا اِلَّا التَّدْلِیْس ''۔ علامہ خزرجی نے ذہلی کے ترجمے میں امام بخاری کے متعلق ''یدلّسہٗ'' ہی کہا ہے ۔

55۔ امام مسلم نے اپنی کتاب میں اپنے شیخ امام بخاری سے ایک بھی روایت نہیں لی ۔ امام ترمذی نے اپنی کتاب ترمذی جو کتاب المذاہب ہے ایک جگہ بھی امام بخاری کے مسلک کا ذکر نہیں کیا ۔ اِسی طرح اور صحاح کے مصنفین نے شاذو نادر ہی کوئی روایت امام بخاری سے نقل کی ہے ۔

56۔ ہم اصح الکتب کے عنوان سے نیچے بات ہی نہیں کرتے ۔ لیکن امام مسلم نے اُس کے وجود ہی کو تسلیم نہیں کیا امام بخاری کو لاکھوں روایتیں یاد تھیں ۔ امام مسلم نے بارہ ہزار اَحادیث بیان کی ہیں دو چار تو امام بخاری سے ہونی چاہیے تھیں ۔

57 ۔ ایک دفعہ حافظ ابوالعباس بن عقدہ سے کسی نے سوال کیا '' اَیُّمَا اَحْفَظُ الْبُخَارِیْ اَوْمُسْلِم؟ '' تو بے حد اِصرار کے بعد اُنہوں نے جواب دیا ''یَقَعُ لِمُحَمَّدٍ اَلْغَلَطُ فِیْ اَھْلِ الشَّامِ وَ ذَالِکَ لِاَنَّہٗ اَخَذَ کُتُبُھُمْ وَنَظَرَ فِیْھَا فَرُبَمَا ذَکَرَ بِکُنْیَتِہٖ وَیَذْکُرُفِیْ مَوْضَعٍ آخَرَ بِاِسْمِہٖ

یَظُنُّہُمَا اِثْنَیْنِ''(ترجمہ امام مسلم تذکرۃ الحفاظ)امام ذہلی کی وفات بخاری سے دو سال بعد ہوئی۔

58۔ حافظ ابن حجر نے اپنے رسالے طبقات التدلیس میں ذکر کیا کہ حافظ ابن مندہ نے بخاری کو مدّلس کہا ہے پھر کہا کہ جہاں بخاری'' قال'' کہتے ہیں اُس سے مراد لم یسمعہ ہے اور جہاں'' قال لنا'' کہتے ہیں وہ سماع ہوتا ہے مگر اُن کی شرائط پر نہیں ہوتا۔ آخر میں کہا'' ھٰذا عَرَفْتُ مِّنْ صَنِیْعِہٖ''یعنی مصَّرح مذکور نہیں میں نے مطالعہ سے اَخذ کیا ہے۔

59۔ اِس ساری تفصیل کا مقصد یہ ہے کتبِ اَحادیث کو وسعتِ ذہنی سے مطالعہ کرنا چاہیے متعصب نہ بنناچاہیے۔ جب حنفی مسلک کی ترجیح میں ہم روایات صحاح کو مرجوح قرار دیتے ہیں تو تاریخی روایات کی صحت پر اِتنا کیوں اِصرار ہے۔

60۔ محدثین نے درایت کے مقابلہ میں روایت کو ترجیح دی ہے اُن کے خیال میں اگر سند موصول اور مربوط ہے تو مضمون میں کتنا ہی اِستبعاد اور نکارت ہو وہ اِس کی پرواہ نہیں کرتے اور اتصالِ سند کے وجہ سے روایت کو قبول کر لیتے ہیں۔ پھر روایت کے استبعاد کو دُور کرنے کے لیے دلائل کے ڈھیر لگا دیتے ہیں۔ مثلاً تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاَنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی یا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تین جھوٹ وغیرہ۔

61۔ اِس مختصر خط میں اِس مسئلہ پر سیر حاصل بحث نہیں ہوسکتی، کبھی وقت ملا تو زبانی گفتگو ہوگی۔

62۔ عبدالرزاق کے متعلق یہ خیال رہے کہ اُن کی زندگی کے تین دَور تھے۔ پہلا دَور یہ تھا کہ یہ پکے اہل سنت تھے اور اِسی وجہ سے یہ معمر کے جانشین تصور کیے گئے تھے اور جامع معمر کے وارث بنے اور اپنے اَقران پر سبقت لے گئے تھے اور مرجع خلائق قرار پائے تھے۔

63۔ دُوسرا دَور وہ ہے جب اُنہوں نے معمر بن سلیمان سے متاثر ہوکر شیعہ مسلک اختیار کیا اور تقیہ میں مہارت حاصل کی۔ ظاہری حالت پہلے ہی جیسی رہی۔ اُس دور میں شیعت افعالِ مخصوصہ کا نام نہیں تھا اور سب سے بڑا فرقہ اِثنا عشری اُس وقت ناپید تھا۔ یہ تو تیسری صدی کے آخر میں بنا۔ مگر اَفضلیت علی رضی اللہ عنہ علیٰ غیرہم کا ذہن موجود تھا۔ اور مناقبِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں ہر رَطب و یابس چلتا تھا اور شدت تولّی کا نتیجہ تبریٰ کا پیدا ہونا قدرتی

امر تھا۔ اِس لیے بلطائف الحیل مثالب مخصوص صحابہ (جن کو یہ صراحۃً حضرت علیؓ کا مخالف خیال کرتے تھے) کا بیان شروع کر دیا تھا جو مستند مربوط روایات میں اِدراج کی شکل میں قدحِ صحابہ میں اُن کے ہاں پایا جاتا ہے۔

64۔ مآل اِس تحریر کا یہ ہے کہ مناقب و مثالب میں اُن کی روایات کو خوب دیکھ لینا چاہیے۔

65۔ اُن کا افتخار معمر کی کتاب کی وجہ سے تھا اُسے کیسے ترک کر دیتے۔ اگر اُن کی کتاب میں معمر کے واسطے سے حضرت عائشہؓ اور حضرت عمرؓ یا حضرت معاویہؓ کی روایات آتی ہیں یا اُن کی تعریف آتی ہے تو یہ معمر کا فیضان ہے اُن کا کوئی کمال نہیں ہے۔ البتہ اُن کا یہ کمال ضرور معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی روایات میں بعض غیر متعلق اور نا مناسب اِدراجات پائے جاتے ہیں۔

66۔ تیسرا دَور اُن کا معلوم اور معروف ہے۔ جب یہ نابینا ہو گئے تھے دماغ چل گیا تھا۔ اور یہ دُوسری صدی کے آخر میں ہوا جب اُن کی عمر ۷۵ کے قریب تھی ۲۱۱ھ تک بارہ سال یہ اِسی حالت میں زندہ رہے، ۸۶ سال کی عمر میں وفات پائی۔

67۔ (نوٹ) میں نے محدثین کی اِصطلاح میں اِدراج کی اقسام بیان نہیں کیں بلکہ یہ عرض کیا ہے کہ محدثین نے اِدراج پر پوری توجہ نہیں دی۔ دسیسہ کاروں نے اِس راستے سے مستند روایات میں موقع بموقع چھوٹے چھوٹے جملوں کی شکل میں اپنے من مانے خیالات شامل کر دیے ہیں جن کا اصل روایت سے علیحدہ کرنا نہایت مشکل ہے۔ اَب یہ اصل روایت کا حصہ خیال کیے جاتے ہیں۔ اور مروی عنہ سے اِسی طرح منقول تصور کیے جاتے ہیں جیسے اَصل روایت۔

68۔ تحقیق ہونے پر مدرَج جملے موضوع ہی تصور کیے جائیں گے۔ وضع کی خطرناک قسم سے میری یہی مراد ہے۔ اگر کوئی ناگوارِ طبع بات لکھی گئی ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔

خلاصۂ مکتوب :

1۔ ہشام بن عروہؒ کی روایت تزوج کو محدثین نے اَصل قرار دیا ہے اِس روایت میں '' لُعَبُهَا مَعَهَا '' نہیں ہے اور متابعات میں بھی نہیں ہے۔

2۔ صرف متابع عبدالرزاق میں یہ اضافہ " لُعَبُهَا مَعَهَا " ہے گو یہ سند بظاہر موصول معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں بقول امام طحاوی منقطع ہے عبدالرزاق سے اُوپر تمام رُواۃ اِس اضافے سے بے خبر ہیں۔

3۔ ہر مصنف اپنی کتاب میں متناً وسنداً بہترین روایت کا انتخاب کرتا ہے مصنّفِ عبدالرزاق میں یہ روایت مرسل ہے اور اُن کے نزدیک یہی بہترین ہے۔

4۔ عبدبن حمید عَلٰی رَأْسِ الْمِأَتَیْنِ ۱۴سال کے تھے اُنہوں نے یہ روایت عبدالرزاق سے اُن کے نابینا ہونے کے بعد سنی۔ عبدبن حمید کا ایصال خلافِ واقعہ ہے۔

5۔ بناء کے وقت حضرت عائشہؓ نابالغہ تھیں یا بالغہ روایات اِس سے خاموش ہیں۔ براہِ کرم اِس کو واضح فرمائیں۔

6۔ محدثینؒ کے نزدیک احکام کی روایات کا معیار سخت ہے اور غیر احکام کی روایات قبول کرنے میں وہ متشدّد نہیں ہیں۔

7۔ صحاح میں کافی روایات غیر منقح موجود ہیں۔

8۔ محدثینؒ کے قبول روایت کے اُصول رعایتی ہیں۔ میں امام ابوحنیفہؒ اور امام مالک کے اُصول کو معیاری مانتا ہوں۔

9۔ قرآن وسنتِ ثابتہ کی روشنی میں ہر روایت کو پرکھا جاسکتا ہے مصنفینِ صحاح نے ہر روایت کی سند بیان کردی ہے۔ ہم ہر سند کو اُصولِ حدیث اور کتبِ رجال کی تصریح کی روشنی میں موضوعِ بحث بنا سکتے ہیں۔

مزید قابلِ غور اُمور :

1۔ بنیادی بات یہ ہے کہ میرے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی تحقیق حجت نیز امام ابوحنیفہؒ نے تمام علمی کام قرآن وسنت کی بنیاد پر کیا ہے۔ اور اُن کے ادّلہ نقلی و عقلی دُوسرے ائمہ ومحدثین کے ادّلہ سے زیادہ مستحکم ہیں۔

2۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک صحاح کے مصنفین کی پیدائش سے بہت پہلے مکمل ہوکر سلطنتِ اسلامی کا قانون بن چکا تھا۔

3۔ حنفی مسلک صحاح کی روایات کا محتاج نہیں ہے۔

4۔ امامؒ نے جن روایات پر اپنے مسلک کی بنیاد رکھی ہے وہ اُن کی اپنی اسناد سے ثابت ہیں۔ اور وہ اَسناد اَربابِ صحاح کی اَسناد سے زیادہ قوی ہیں کیونکہ اُن میں وسائط کم ہیں۔

5۔ میں کتاب الآثار کی روایات کو بخاری کی روایات پر ترجیح دیتا ہوں میرے لیے وہ حجت ہیں اُن کے مقابلے میں بخاری کی روایات حجت نہیں ہیں۔ مرسَلِ ابی حنیفہؒ موصولِ صحاح پر فائق ہے۔

6۔ امام بخاریؒ بے حد قابلِ احترام ہیں اور امام الروایات ہیں مگر ''قال بعض الناس'' کہہ کر امام ابوحنیفہ کے متعلق جس تعصب کا اظہار کیا ہے وہ غیر واقعی اور قابلِ مذمت ہے۔

7۔ امام بخاری صاحبِ مسلک امام نہیں ہیں راویٔ احادیث ہیں بلکہ امام الرواۃ ہیں۔

8۔ میں اُن مصطلحات کو تسلیم کرتا ہوں جو امام ابوحنیفہؒ اور اُن کے اصحاب سے منقول ہیں۔ پیچیدہ غیر مرتب غیر مفید مصطلحات کو ذہنی بار تصور کرتا ہوں۔

9۔ میرے نزدیک صحیح، حسن، غریب، ضعیف خالی اعتبارات ہیں اور ذہنی تمرین ہے۔

فقط والسلام

دُعا گو

نیاز احمد

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۸

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا خط

محترمی و مکرمی دام مجدکم !

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مفصل گرامی نامہ موصول ہوا۔ میرا سوال یہ تھا کہ آنجناب اپنی اُن دلائل سے مطلع فرمائیں جو بہت وزنی اور نہ ٹوٹ سکنے والی ہوں۔ مقصد یہ تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک کے بارے میں جناب نے زبانی فرمایا تھا کہ ''میری تحقیق یہ ہے کہ اُس وقت اُن کی عمر ستائیس سال تھی۔''

سوال نمبر 1 : اِس سلسلہ میں منقولہ قوی دلائل کا خواستگار ہوں۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیشِ نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

یہ گرامی نامہ صرف منفی پہلو لیے ہوئے ہے یعنی سب پر اِعتراض ہی اِعتراض ہے اِسی ذیل میں عروہ، ہشام، زہری کو مدلِس ثابت کیا گیا ہے اور یہ کہ زہری نے عروہ سے نہ سنا ہے نہ اُن سے ملے ہیں۔

اِس حصہ تحریر میں نمبر۲۰ میں یہ جزء بھی ہے کہ ''محدثین کا اِس پر اتفاق ہے کہ عروہ سے زہری کا نہ لقاء ثابت ہے نہ سماع۔''

سوال نمبر 2 : یہ جناب نے کہاں سے لیا ہے۔ اگر تہذیب کی عبارت کا یہ مفہوم لیا ہے تو صحیح نہیں ہے، اِسے بغور ملاحظہ فرمائیں تو بات برعکس ثابت ہوگی۔

نیز اِس سند پر اِعتراض اِمام مالک اور اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہما پر اِعتراض جیسا ہے۔ مؤطاء امام مالک میں ہے مَالِكٌ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ.. . ملاحظہ ہو مَاجَآءَ فِی الْقُرْآنِ ص۱۸۷ پھر مؤطاء امام محمد میں بھی ملاحظہ ہو بَابُ الْمَرْأَةِ تَرٰی فِی الْمَنَامِ وغیرہ۔ امام مالک، (ہشام) زہری، عروہ سب مدنی ہیں۔ زہری کا عروہ سے نہ ملنا قابلِ تعجب ہے نہ کہ ملنا۔ ہشام کے بارے میں یہ ہے کہ اگر ہشام ایسے مدلس تھے کہ علی الاطلاق اُن سے روایت نہ لی جائے تو یہ بھی غلط ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ وعلیہم نے اُن سے بہت روایات لی ہیں پھر امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی سند یعنی هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ اپنی مؤطاء میں دی ہے۔

جناب نے نمبر۱۷ میں جو تحریر فرمایا ہے وہ علی الاطلاق اِس سند پر منطبق کرنا دُرست نہیں ہے۔ اِمام طحاوی کی وہ تحریر اِسی حدیث کے بارے میں ہے اور ''کتب اَسْمَآءُ الرِّجَالِ'' میں ہشام کی مدینہ شریف کی روایات اور بغداد کی روایات میں فرق بیان کیا ہے۔

نمبر۱۴ : مگر لَعَبٌ بِالْبَنَاتِ اور جاریہ صغیرہ جیسے الفاظ حاکم کی کتاب میں بھی موجود ہیں۔ جو صغرسن پر صاف دلالت کرتے ہیں اور اُن سے بہت پہلے امام بخاریؒ کے اُستاذ حمیدی کی کتاب میں بھی ہیں۔

نمبر۲/۲۴ : سمجھ میں نہیں آیا۔ کیونکہ اُن کی طویل روایت میں '' اَنَا جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ '' وغیرہ کے الفاظ موجود ہیں۔ اُنہی الفاظ پر جناب نے زبانی گفتگو میں زہری پر سخت اِعتراض فرمایا تھا کہ زہری

نے یہ تصرف کیا ہے۔ تو یقینًا اُن کے علم میں یہ بات آئی ہوگی کہ شادی کم عمری میں ہوئی ہے یعنی روایتِ تزوج

نمبر ۲۶ : کے قاعدہ کلیہ کے بارے میں یہ اِشکال ہے کہ پھر اِمام ترمذیؒ نے کیوں ایسا کیا ہے کہ روایت بھی لکھی اور اور اُسے غریب بلکہ منکر بھی لکھ ڈالا۔ معلوم ہوتا ہے اُن محدثین کا نقطہ نظر کوئی اور تھا۔

نمبر ۳۱ : کے بارے میں عرض ہے کہ مصنف ہی میں اُس کے بعد نمبر ۱۰۳۵۰ کی سند بھی اُنہوں نے دی ہے، اُس میں زہری نہیں ہیں عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ مِثْلَهٗ ص نمبر ۱۶۲ ج نمبر ۶۔

نمبر ۳۲ : لفظ ''مَعَ'' میں توسع کلامِ عرب میں عام ہے اگر مراد یہ ہوتی کہ گڑیاں اُن کے ہاتھ میں تھیں تو ہاتھوں کا ذکر ہوتا۔ آیتِ مبارکہ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ میں توسعاً ہی اِستعال فرمایا گیا ہے۔ اِس طرح یہ اِشکال نہیں رہتا۔

اُن کے بالغہ نابالغہ ہونے کے بارے میں کوئی روایت خود اُن سے عام کتابوں میں تو ہے نہیں اقوالِ علماء ضرور ہیں۔ اور حافظ عینی نے نابالغہ لکھا ہے۔

بلوغ کا مدار آب و ہوا اور غذاء کی نوعیت پر بھی ہے اور قومیت پر بھی۔ ہمارے علاقہ پنجاب میں آج کل بھی بہت سی لڑکیاں گیارہ سال کی عمر میں بالغ ہوجاتی ہیں۔ بنگلہ دیش میں اِس سے بھی کم عمر میں ہوجاتی ہیں۔ دین پور (بہاولپور) میں گیارہ سال کی عمر میں رُخصتی بھی ہوتی رہتی ہے۔ اُس زمانے میں آب و ہوا اور بھی صاف تھی گیارہ سال سے پہلے بھی بلوغ کا امکان عقلاً واضح ہے۔ لیکن عدمِ بلوغ یا اُن کی کم عمری تو بَنٰی بِهَا اور اهديت اليه وغیرہ کے مفہوم کو عموم سے ہٹانے کی وجہ سے باعثِ اِشکال ہوتی ہے کہ عام طور پر اُسے ایک خاص معنی میں ہی سمجھا جاتا ہے، محض رُخصتی کے معنی میں لیا جائے تو وہ خاص اِشکال نہیں رہتا ورنہ کس کس روایت کو آپ رَد فرمائیں گے؟

نمبر ۳۳-۳۴ : نہ اُن کی کتابیں میرے پاس ہیں، نہ مجھے فرصت ہے، نہ اِتنی عقیدت کہ کتابیں منگاؤں اور فرصت نکال کے پڑھوں۔

نمبر ۳۷ : کے بارے میں عرض ہے کہ اِرشادِ باری تعالیٰ وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اور وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِم سے تابعین کی فضیلت پر اِستدلال کیا گیا ہے اور ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ اور اِس کے ہم معنٰی روایات سے صراحۃً اُن کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اُن پر بے دھڑک جرح ہرگز دُرست نہیں ہوسکتی خصوصاً جس سے اُن کا اِستخفاف ہوتا ہو اور یہ مسئلہ تو ایسا بھی نہیں ہے کہ اُس میں انہوں نے خلافِ نص قرآنی کوئی بات کہی ہو۔

نمبر ۳۹ : اگر مسئلہ مابہ النزاع ہوتب تو ذکر نہ کرنے سے یہ اِستدلال ایک حد تک درست مانا جاسکتا ہے ورنہ جب بھی یہ مسئلہ لکھا گیا ہو اُس وقت سے ہر مذہب کے متبعین کو دیکھا جائے گا کہ اُنہوں نے اپنے امام کے مقرر کردہ اُصول کے مطابق چل کر کیا کہا ہے۔

امام محمدؒ کی کل تصانیف اور اِمام ابو یوسف اور اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہما کی کل مرویات آج دستیاب ہی نہیں ہیں۔ اور مدونہ میں بیشتر وہی باتیں ہیں جو اِمام مالکؒ سے دریافت کی گئیں اور اُنہوں نے جواب دیا۔ اُس میں نہ ہونے سے قبول نہ کرنا ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

اور محمد بن اسحاق کو امام فِی الْمَغَازِیْ مانا گیا ہے۔ اُن سے اگر منقول نہ ہو تو کیا ہوا۔ اُن کے قریبی دور کے مؤرخ واقدی نے ذکر کیا ہے اور سیرت ابن ہشام میں بھی موجود ہے۔

نمبر ۴۰ : کے بارے میں عرض ہے کہ اِمام ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کے اساتذہ نے بلکہ جن پر مسلکِ حنفی کی بنیاد ہے اِس روایت کو قبول کیا ہے۔ اور اُن سے اِس روایت اساتذہ کو قبول نہ کرنا اور رد کرنا کہیں ثابت نہیں ہے، اگر ہے تو ضرور تحریر فرمائیں۔ نسائی شریف میں یہ سند موجود ہے عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ تَزَوَّجَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَهِیَ بِنْتُ تِسْعٍ وَمَاتَ عَنْهَا وَهِیَ بِنْتُ ثَمَانِیَ عَشَرَةَ۔ (ص نمبر ۶۲ ج ۲) ابراہیم واسود پر بنائے حنفیت ہے۔ وہ اہم ترین شخصیات ہیں۔ اور تعجب ہے کہ اِمام شافعی اور اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا اِس روایت کو قبول کرنا بھی جناب کے نزدیک وزنی نہیں جبکہ وہ اُمت کے چار عظیم طبقوں میں سے دو کے اِمام ہیں۔ بلکہ جناب نے اُسے قصداً بہت معمولی بات بنا کر لکھا ہے (اور

آج کل تو یہ اُصول چل رہا ہے کہ بعد میں آنے والے کی تحقیق زیادہ معتبر ہوتی ہے۔ اِس لحاظ سے اُن دونوں اِماموں کی تحقیق زیادہ وقیع ہونی چاہیے اور جناب بھی اِسی اُصول پر چل کر تحقیق کر رہے ہیں)۔

نمبر ۴۴۔۴۶۔۴۷۔۵۲ : صحاح کی ہر روایت پر مجھے قطعاً اصرار نہیں ہے مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ کی نو سال کی عمر میں رُخصتی جیسا کہ جناب نے نمبر ۱۸ میں تحریر فرمایا ہے چار حضرات سے مروی ہے، یہ خبر واحد بھی نہیں ہے۔

نمبر ۴۸۔۴۹ میں اِرشاد فرمودہ باتیں بہت کمزور ہیں اور اِمام بخاری و مسلم وغیرہ کے اُصول اس طرح ناتمام ذکر فرمائے گئے ہیں جن سے یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ اُن کے یہاں بیان ثقاہت و تثبت و حفظ وغیرہ کی قید نہیں تھی۔

سوال نمبر ۳ : نمبر ۵۰ میں اِمام نسائی کے بارے میں یہ جملہ ''جو نقدِ حدیث کے مسلم اِمام ہیں'' جناب کا ہے یا علامہ عثمانیؒ کا ہے یا دونوں کا۔ یعنی آپ کی بھی اُن کے بارے میں یہی رائے ہے۔

نمبر ۵۱ : میں جناب نے تحریر فرمایا ہے کہ امام مالکؒ نے کسی بدعتی سے روایت نہیں لی حالانکہ اُنہوں نے ابن شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہما سے لی ہے، اِس کے بعد تو جناب کو اُن کی طرف سے دِل صاف کر لینا چاہیے۔

نمبر ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸ : میں تحریر کردہ باتیں فیصلے نہیں ہیں بحثیں ہیں ورنہ عقیدت تو کجا رہی اُن کتابوں کو کوئی ہاتھ بھی نہ لگاتا اور لوگوں کے اِسی قسم کے اعتراضات حتی کہ مُرجئہ میں ہونے کا اعتراض اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر کتابوں میں موجود ہے۔ بلکہ خطیبِ بغدادی نے سو صفحات سے زیادہ میں اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ لکھا ہے لیکن پچاس سے زائد صفحات میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف دُنیا بھر کی روایات جمع کر دی ہیں۔ نیز امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں آپس میں مخالفت وحسد کے واقعے بھی لکھے گئے ہیں لیکن ہم نہ وہ مانتے ہیں اور نہ ایسے اِعتراضات کو جو اُن ائمہ حدیث پر کیے گئے ہیں قولِ فیصل مانتے ہیں۔

اِمام بخاریؒ فرماتے ہیں جَعَلْتُہٗ حُجَّۃً بَیْنِیْ وَبَیْنَ اللّٰہِ. لٰہذا اُنہوں نے وہ باتیں اپنی کتاب میں لی ہیں جن پر اُن کا عمل تھا۔ اُنہوں نے امام مالک، شافعی، احمد سب سے بہت سے مسائل میں اِختلاف کیا ہے اور خلقِ قرآن کے موضوع پر ایک غلط فہمی پیدا ہوگئی تھی ورنہ اُن کا عقیدہ بخاری شریف کے بالکل آخر میں جَھمِیہ اور قُدریہ وغیرہ پر رَد کے ساتھ ساتھ تحریر ہے۔

نمبر۶۰ : تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ کو سب نے رَد کیا ہے۔

نمبر۶۳ : میں جناب نے لکھا ہے شدت تولی کا نتیجہ تبری کا پیدا ہونا الخ۔

چونکہ آپ عبدالرزاق سے خفا ہیں اِس لیے یہ خیال ہے۔ اور اِسی نمبر۶۵ کا اِضافہ فرمایا ہے اور مجھے وہ اور ابن ابی شیبہ اِس لیے اچھے لگتے ہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں اور اپنی کتابوں میں اُن کی روایات دی ہیں۔

سوال نمبر 3 : نمبر۶۶ ''دماغ چل گیا تھا'' اُن کے بارے میں یہ کس نے لکھا ہے؟

نمبر۶۷ : یہ ایک شبہ ہے جو نہ کرنا چاہیے۔

میں نے تطویل کو اِختصار میں لانے کے لیے جناب کے کئی کئی نمبروں کو یکجا کر دیا ہے اور سوالات الگ کردیے ہیں۔

والسلام

سید حامد میاں

۲؍دسمبر ۱۹۸۰ء

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۹

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [1]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

۲۲/۱۲/۸۰

محترمی مولانا صاحب ! زاد لطفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اِس مسئلہ میں سب سے بڑی اُلجھن یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری کی روایات ذہن میں اِس طرح پیوست ہیں کہ اُن کی موجودگی میں اُن کے خلاف کوئی دلیل ذہن نشین ہونی مشکل ہے۔ اسی لیے میں نے سب سے پہلے اُن روایات پر بحث کی ہے۔ میرا آدھے سے زیادہ مضمون اُن اَبحاث پر مشتمل ہے۔

اَب میں تمام مباحث کو ترک کر کے مختصر ترین طریقہ اپنے دعوی کے اثبات کے لیے اِختیار کرتا ہوں مطلوبہ نتیجہ تک پہنچنا چند مقدمات پر موقوف ہے۔ میں ترتیب وار مقدمات تحریر کروں گا۔

---

[1] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

آج صرف پہلا مقدمہ تحریر کر رہا ہوں اِس پر اپنے اَفکارِ عالیہ سے مطلع فرمائیے۔ چار پانچ خطوط میں یہ مقدمات پورے ہو جائیں گے۔ اُس کے بعد حضرت عائشہؓ کی کبرسنی کے تمام منقول دلائل مختصر تحریر کروں گا۔

پہلا مقدمہ :

(۱) روایتِ تزوج صرف حضرت عائشہؓ سے منقول ہے۔

(۲) حضرت عائشہؓ سے روایت نقل کرنے والے رُواۃ میں سے محدثین نے هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ کو اصل قرار دیا ہے باقی روایات کو متابع۔ کیونکہ صحاح ستہ میں سب سے پہلے اسی روایت ہشام کو لاتے ہیں پھر اُس کی تائید میں دُوسری روایت لاتے ہیں۔ اس روایت کو کسی نے ترک نہیں کیا۔

(۳) امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اور امام بخاریؒ نے بخاری میں دارمیؒ نے سنن دارمی میں اور ابوداوٗدؒ نے اپنی سنن میں صرف روایتِ ہشامؒ عن عروہؒ ہی کو ذکر کیا ہے، کسی اور متابع کو بیان ہی نہیں کیا۔

متابعات اپنی جگہ ہیں۔ اُن پر گفتگو اپنی جگہ ہوگی۔ اِسی طرح لُعَبْ بِالْبُنَاتِ کی روایات اور وہ روایات جن میں جَارِيَةٌ حَدِيْثَةُ السِّنِّ الْحَرِيْصَةُ عَلَى اللَّهْوِ کے الفاظ آتے ہیں اُن کے مباحث اپنی جگہ ہیں۔ اِس مرحلہ میں صرف اِتنی بحث ہے کہ باب تزوج میں محدثینؒ نے ہشامؒ کی روایت کو اصل تسلیم کیا ہے۔ اگر یہ تسلیم ہے تو مطلع فرمائیں۔

مدعا کے قریب تر آنے کے لیے میرا ایک سوال ہے۔ جواب مرحمت فرما کر ممنون فرمائیے۔

حضرت اسماءؓ حضرت عائشہؓ کی بہن ہیں، حضرت زبیرؓ سے اُن کا نکاح ہوا تھا۔

(۱) رجال کی تصریح کے مطابق اِن کی عمر سو سال ہوئی ہے۔ ۷۳ھ میں اِن کی وفات ہوئی ہے۔ ہجرت کے وقت اِن کی عمر ۲۷ سال تھی تاریخ کی تمام کتابوں میں مصرح ہے کہ ایمان لانے والوں میں اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ میں شامل ہیں۔ ترتیب کے لحاظ سے اُن کا نمبر ۱۷ سے نیچے نیچے ہے۔

(۲) حضرت زبیرؓ دُوسری ہجرت حبشہ سے واپس آئے ہیں تو حضرت اسماءؓ سے اُن کا نکاح ہوا ہے۔ اُس وقت تک حضرت اسماءؓ کا نکاح نہیں ہوا تھا اور یہ باکرہ تھیں۔ یہ نکاح ہجرتِ مدینہ سے پہلے ایک سال کے اندر اندر ہوا ہے۔ اُس وقت اُن کی عمر ۲۶، ۲۷ سال تھی۔

(۳) کیا وجہ ہے کہ جو لڑکی نبوت کے پہلے سال میں بالغہ تھی اُس کا نکاح اِتنا مؤخر کیوں ہوا؟

(۴) یہ حضرت اسمائؓ ایسی تندرست تھیں کہ سو سال کی عمر ہوئی ہے اور اُن کے حواسِ خمسہ بالکل صحیح سالم تھے۔

(۵) تعجب ہے ایک بہن کا نکاح ۲۶ سال کی عمر میں اور دُوسری بہن کا نکاح ۶ سال کی عمر میں اور تین سال بعد ۹ سال کی عمر میں رُخصتی ہوئی اور پھر بھی یہ معلوم نہیں کہ وہ بالغہ تھیں یا نابالغہ۔

(۶) کتب رجال میں اِس میں اختلاف ہے کہ حضرت اسمائؓ کی رُخصتی مکے میں ہوگئی تھی یا مدینہ میں۔ دونوں فریقوں کے دلائل کتابوں میں مذکور ہیں۔

(۷) حضرت ہشامؒ کی روایت کی رُو سے نکاح اور بنا میں تین سال کا فرق ہے۔ نکاح مکہ میں ہوا اور رُخصتی مدینہ میں ہوئی۔ مہربانی فرما کر تحریر فرمائیے کہ نکاح ہجرت سے کتنی مدت پہلے ہوا؟

(۸) اگر نکاح ہجرت سے سال بھر پہلے ہوا یا سال سے زیادہ مدت پہلے ہوا اِس صورت میں لازم آتا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کا نکاح ہوا اُس وقت تک حضرت اسماء کا نکاح نہیں ہوا تھا۔ تو کیا وجہ ہے کہ آں حضرت ﷺ نے ایک باکرہ بالغہ مؤمنہ بنت ابی بکرؓ سے نکاح کیوں نہیں کیا؟

(۹) اور اگر حضرت عائشہؓ کا نکاح حضرت اسمائؓ کے نکاح کے بعد ہوا تو تین سال کے فرق کی تطبیق کیا ہوگی؟

اِس خط و کتابت کا مقصد ہرگز مجادلہ اور مکابرہ نہیں، افہام و تفہیم ہے۔ اگر آپ کی مدلل تحریر سے میری غلطی واضح ہوگئی تو فوراً شرح صدر سے تسلیم کرلوں گا اور آپ کی محنت رائگاں نہیں جائے گی۔

آپ کے سوالات کے جوابات اِس وقت میں نہیں دُوں گا۔ آئندہ صرف مقدمات پر ہی خط و کتابت ہوگی تاکہ جلدی نتیجہ تک پہنچیں۔

یہ درخواست بھی کروں گا کہ مصروفیات میں سے وقت نکال کر جلدی جواب عنایت فرمائیے گا۔ اگر کوئی نامناسب کلمہ تحریر میں آگیا ہو تو معاف فرمائیے گا۔ والسلام

دُعاگو

نیاز احمد

(جاری ہے)

سلسلہ نمبر۳۱ قسط : ۱۰

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (ادارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمہ اللہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

حضرت اَقدس رحمہ اللہ صاحب کا خط

محترمی و مکرمی دام مجدکم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ میں اِس مسئلہ میں ہمیشہ جناب رسالت مآب ﷺ کی جامعیت ثابت کرتا رہا ہوں کہ آپ نے عملاً یہ بھی بتلا دیا ہے کہ بڑی عمر والا مرد بالکل کم عمر لڑکی کے ساتھ کیسے رہے۔ اپنے جذبات کو مقدم رکھے یا اُس کے۔ اِس شادی کا جوڑ نہ تھا اِس لیے جب خواب دیکھا تو آپ نے دل میں فرمایا اِنْ یَّکُنْ ھٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ یُمْضِہٖ. یہ کوئی ''لو میرج نہ تھی''۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمہ اللہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اور جب حضرت عائشہ آپ کے ساتھ رہی ہیں تو اُن کی رائے یہ ہوئی وَاَیُّکُمْ یَمْلِکُ اِرْبَہٗ کَمَا کَانَ یَمْلِکُ اَور وَکَانَ اَمْلَکَکُمْ لِاِرْبِہٖ نیز بہت سی حدیثیں اِس حسنِ معاشرت کی تعلیم کے لیے سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی موجود ہیں۔

میرا ذہن اہلِ یورپ کے اعتراضات سے مرعوب نہیں ہوتا، والحمد للہ۔ اَور اُن کے ایسے اعتراضات آج کل ختم ہو چکے ہیں وہ عربوں کی دولت سے مرعوب ہیں بلکہ وہاں کے رہنے والے دوست لکھتے ہیں کہ اَب تبلیغ کا بہترین موقع ہے۔ مودُودی صاحب میں یہ بھی کمی تھی کہ وہ یورپ کے اعتراضات سے مرعوب ہوکر احادیث کی تضعیف کر دیتے تھے حالانکہ یورپ میں سوائے صحیح تجارت کے باقی سب خرابیاں موجود تھیں اَور ہیں اَور تجارت میں سچائی اُن کی تجارتی ضرورت سے ہے اِس لیے میں نے اِس مسئلہ میں کبھی تردیدِ رُواۃ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی کہ اُن کی باتوں کی وجہ سے جرحِ احادیث کرنے لگوں۔

آنجناب نے جو مقدمۂ اُولیٰ تحریر فرمایا ہے (یعنی یہ گرامی نامہ) اِس سے جو اِشکالات سامنے آئے اُن کے بارے میں عرض کرتا ہوں۔ [1]

(ا) روایتِ تزوج کے فقط حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی منقول ہونے سے کوئی ضعف نہیں پیدا ہوتا۔ بہت سے مسائل ایسے ہیں جن میں راوی ایک ہی صحابی ہیں۔ اِذَا کَانَ الْمَاءُ قُلَّتَیْنِ کے بارے میں بھی یہی لکھا گیا ہے کہ اِتنی ضرورت کی چیز ہے خصوصًا عرب میں اَور راوی ایک ہیں بلکہ ایک ایسی روایت کی طرف توجہ مبذول کراتا ہوں جو خطبہ میں آپ نے اِرشاد فرمائی اُس کے راوی صرف ابنِ عمر ہیں حالانکہ خطبہ کی بات تو بہت عام ہونی چاہیے تھی، ملاحظہ ہو بخاری ص ۶۸. باب الحِلَق والجلوس فی المسجد. اِس لیے یہ کوئی اشکال نہیں کہ اِس کی راوی فقط حضرت عائشہ ہی کیوں ہیں کیونکہ وہ ہی صاحبِ معاملہ ہیں۔ اشکال تو اُس وقت ہوتا کہ معاملہ تو حضرت عائشہ کا ہوتا اَور راوی کوئی اَور ہوتا۔

دیکھا تو یہ جائے گا کہ علمائے اُمت نے اِسے کیا درجہ دیا ہے اَور وہ صحابی مَارُوِیَ پر قائم رہے ہیں یا نہیں۔ تو اِس حدیث سے ہمیشہ کئی طرح استدلال کیا گیا ہے۔ ترمذی میں ہے :

---

[1] نوٹ : حضرتؒ نے حکیم صاحب کے قیاسی نمبروں پر اکتفا فرما کر جوابات تحریر فرمائے ہیں۔

وَقَالَ اَحْمَدُ وَاِسْحٰقُ اِذَا بَلَغَتِ الْیَتِیْمَةُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَزُوِّجَتْ فَرَضِیَتْ فَالنِّکَاحُ جَائِزٌ وَلَا خِیَارَ لَھَا اِذَا اَدْرَکَتْ وَاحْتَجَّا بِحَدِیْثِ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَنٰی بِھَا وَھِیَ بِنْتُ تِسْعِ سِنِیْنَ وَقَدْ قَالَتْ عَائِشَةُ ''اِذَا بَلَغَتِ الْجَارِیَةُ تِسْعَ سِنِیْنَ فَھِیَ امْرَأَةٌ''. (باب ما جاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج ص ۱۳۲)

(۲) .... یہ صرف آنجناب نے ایسی قیاسی ترتیب دی ہے ورنہ اہلِ کوفہ کے لیے حضرت اَسود کی روایت کو تقدم حاصل ہوگا وہ حضرت عُروہ سے علم اَور عُمر دونوں میں بڑے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اِتنے قریب ہیں کہ حضرت ابنِ زبیرؓ نے تجدیدِ عمارتِ کعبہ کے وقت صرف اُن ہی سے یہ بات دریافت کی کہ :کَانَتْ عَائِشَةُ تُسِرُّ اِلَیْکَ کَثِیْرًا فَمَا حَدَّثَتْکَ فِی الْکَعْبَةِ . اَلْحَدِیْثُ

امامِ اعظمؒ نے حضرت ابنِ عمرؓ کے مقابلہ میں فرمایا ہے عَلْقَمَةُ لَیْسَ بِدُوْنِ ابْنِ عُمَرَ وَاِنْ کَانَ لِابْنِ عُمَرَ فَضْلُ صُحْبَةٍ وَاَمَّا الْاَسْوَدُ فَالْاَسْوَدُ . کَمَا فِیْ مُسْنَدِهٖ .

اہلِ کوفہ کے لیے اسودؒ کے بعد ابوعبیدہ ہوں گے۔

(۳) .... یہ محض اِس لیے نہیں ہے کہ اِن لوگوں کے نزدیک یہ روایت اصل ہے اَور دُوسری روایتیں اصل نہیں ہیں بلکہ یہ اُن کے انتخاب کی بات ہے۔ نسائیؒ نے اَور حضرات کی روایات بھی دے دی ہیں اَور یہ بات میں مدلل طور پر حافظ زاہد کوثریؒ کے حوالہ سے پہلے بھی عرضِ خدمت کر چکا ہوں۔

آنجناب نے پھر ایک اَور اشکال چند نمبروں میں ترتیب دیا ہے اس کے بارے میں عرض ہے کہ حضرت اسماء اَور اُن کے شوہر حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی عمر قریب قریب برابر تھی۔ وہ ۱۴ سال کی تھیں اَور حضرت زبیر ۸ تا ۱۶ سال کے تھے (علی اختلاف الاقوال)۔ اَور ایک قول کی رُو سے یہی اُن کی طلاق کی وجہ اِن کی عمر کا زیادہ ہو جانا ہی ہوا تھا لیکن وہ حضرت ابوبکرؓ کی پہلی بیوی سے تھیں اَور حضرت عائشہ دُوسری سے وہ یقینًا بڑی تھیں اَور حضرت عائشہ یقینًا چھوٹی تھیں۔

(۴) حضرت اسماءؓ کا رشتہ اگر حضرت زبیرؓ کے ساتھ پہلے سے طے ہو چکا ہو تو جنابِ رسول اللہ ﷺ اِن سے کیونکر اپنا رشتہ دیتے اِس کا امکان موجود ہے کہ وجہ یہ بنی ہو۔

نیز احادیثِ صحیحہ سے معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نکاح میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی ورنہ معلوم ہوتا ہے کہ خود آنحضرت ﷺ کے خیال میں بھی نہ تھا فرشتہ کا خواب میں حضرت عائشہ کی شکل دکھانا اَور خبر دینا اس کی دلیل ہے رُؤْیَا الْاَنْبِیَآءِ وَحْیٌ بظاہر معاشرتِ اہل اَور تحفظِ علوم تو کم اَز کم فائدے ہیں۔ آپ نے جوانی تو اپنے سے زیادہ بڑی عمر خاتون کے ساتھ گزاری اَور غلبۂ نفسانیت تھا ہی نہیں، وَکَانَ اَمْلَکُکُمْ لِاِرْبِہٖ.

(۳) نکاح کا مقدم موخر ہونا آج بھی دُنیا بھر میں چلتا ہے اِس کا مدار رشتہ آنے پر ہے نہ کہ عمر پر، بعض دفعہ بڑی بہن کا رشتہ چھوٹی سب بہنوں کے بعد آتا ہے اِس میں کوئی کیا کر سکتا ہے۔

(۴) بہت تندرست تو نہ تھیں۔ حدیث کسوف میں آتا ہے حَتّٰی عَلَا فِی الْغَشْیِ فَجَعَلْتُ اَصُبُّ عَلٰی رَأْسِیْ مَاءً البتہ قوی القلب تھیں اَور زندگی خدا کے اختیار میں ہے پہلوان اَور جوان مرجاتے ہیں اَور کمزور اَور بوڑھے جیتے رہتے ہیں اَور حواسِ خمسہ کی صحت و حاضر دماغی اہل اللہ میں تو مشاہد ہی ہے اس کا مادی تعلق دماغ سے ہے اَور مذہبًا نزولِ سکینہ وغیرہ سے بھی ہے۔

(۵) مذکورہ بالا صورت میں مجھے تو اِستبعاد بھی نہیں لگا تعجب کجا اَور بالغہ نابالغہ کی صراحت کرانے کی ہمت کسی نے نہیں کی نہ خود حضرت عائشہ نے بیان فرمایا۔ ص۲ پر بحوالۂ ترمذی اُن کے اِرشاد سے آپ جو اَندازہ چاہیں لگالیں اَور جنابِ رسول اللہ ﷺ کا اِن کے ساتھ جو معاملہ رہا ہے وہ عریضہ کی ابتدائی سطور میں لکھ ہی چکا ہوں۔

(۶) حضرت اسماءؓ کی رُخصتی ظاہر احادیث کی رُو سے ہجرت سے پہلے ہی ہوئی ہے، اَور چاہے پہلے ہوئی ہو یا بعد میں اِس سے دُوسری بہن پر کچھ اَثر نہیں پڑتا۔ رضی اللہ عنہا وعنہم اجمعین۔ ہر خاندان میں ایسی نظیریں مل جائیں گی۔

آنجناب کے نمبر ۷۔۸۔۹ کا جواب بھی مذکورہ معروضات میں پیش خدمت ہو چکا ہے۔

واقعی میں بے حد مصروف ہوں لیکن یہ عریضہ صرف تعمیلِ اِرشاد کے لیے فورًا ہی تحریر خدمت کر رہا ہوں۔ یہ عریضہ صاف نہیں کرا سکوں گا خیال آیا کہ اِس کی ہی فوٹو کاپی کرا کر جناب کو بھیج دُوں۔

۵/جنوری کو حضرت مولانا اسعد صاحب (مدنی) مدظلہم تشریف لا رہے ہیں کوشش کروں گا کہ زیادہ

سے زیادہ قیام ہوجائے اَور بہت جگہوں پر وہ جاسکیں۔ دُعاء فرمائیں کہ سب پروگرام بحسن وخوبی سرانجام پائے، اِس عرصہ میں غالبًا خط وکتابت جاری نہ رہ سکے گی۔ ذہنی مصروفیت زیادہ ہوگی۔

جناب سے میری صرف دو ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن یقینًا مجھے آپ سے بہت تعلق ہوا ہے وجہ بھی نہیں بتلاسکتا کہ کیوں، ایک آدمی کسی کو اچھا لگتا ہے تو وہ سادہ زبان میں اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ ''وہ اِسے اچھا لگتا ہے''۔

بظاہر دو باتیں تعلق کی وجہ ہوئیں ایک تو آپ کی وضع داری کہ جناب حکیم عبدالحکیم صاحب سے ساری عمر جیسا تعلق ہوا تھا ویسا ہی آخر تک رہا۔

دُوسری وجہ یہ لگتی ہے کہ آپ کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے ایسا تعلق خاطر ہے جو کم لوگوں کو ہوگا۔

دُوسرے موضوع پر بھی گرامی نامہ سے روشنی پڑی۔ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائے۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۲۵؍دسمبر ۸۰ء

(جاری ہے)

قارئین انوارِ مدینہ کی خدمت میں اپیل

ماہنامہ انوارِ مدینہ کے ممبر حضرات جن کو مستقل طور پر رسالہ ارسال کیا جارہا ہے لیکن عرصہ سے اُن کے واجبات موصول نہیں ہوئے اُن کی خدمت میں گزارش ہے کہ انوارِ مدینہ ایک دینی رسالہ ہے جو ایک دینی ادارہ سے وابستہ ہے اس کا فائدہ طرفین کا فائدہ ہے اور اس کا نقصان طرفین کا نقصان ہے اس لیے آپ سے گزارش ہے کہ اس رسالہ کی سرپرستی فرماتے ہوئے اپنا چندہ بھی ارسال فرمادیں اور دیگر احباب کو بھی اس کی خریداری کی طرف متوجہ فرمائیں تاکہ جہاں اس سے ادارہ کو فائدہ ہو وہاں آپ کے لیے بھی صدقہ جاریہ بن سکے۔ (ادارہ)

سلسلہ نمبر ۳۱ قسط : ۱۱

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رض کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رح اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

29 - 1 - 81

محترمی حضرت مولانا صاحب ! زاد لطفکم

السلام علیکم

(ا) آپ کا 26 ماہِ حال کا لکھا ہوا خط کل 28 کو ملا۔ میرا خیال ہے کہ آپ کا کوئی گرامی نامہ ضائع نہیں ہوا آپ کا پچھلا مکتوب غالباً 80-12-29 کو ملا تھا جس میں تحریر تھا کہ 5 جنوری کو مولانا سید اَسعد مدظلہٗ تشریف لا رہے ہیں آپ بے حد مصروف ہوں گے۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رح سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

(۲) میرا خیال تھا کہ پروگرام ایسا بنے گا کہ سرگودھے والوں کو شرف زیارت حاصل ہو گا مگر یہ آرزو آرزو ہی رہی۔

(۳) اِتفاق ایسا ہوا اُن دنوں کچھ عزیزوں کی پے در پے ایسی موتیں ہوئیں کہ میرا اُس وقت سرگودھے سے باہر نکلنا مشکل تھا پچھلے مہینے کے آخر میں حضرت مولانا سید احمد رضا صاحب کراچی جانے سے پہلے تشریف لائے اور دو تین چکر کاٹے مگر میں نہ مل سکا مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ وہ سرگودھے میں تشریف فرما ہیں مگر اُن تک جانے کا وقت نہ مل سکا جب ذرا فرصت ہوئی تو وہ تشریف لے جا چکے تھے۔ اُس وقت نہ ملنے کا افسوس ہی رہا پھر پچھلے ہفتے تشریف لائے تو ملاقات ہوئی۔

(۴) آپ کے خطوط کے متعلق حضرت مولانا سید احمد رضا مد فیوضہٗ سے کوئی تفصیلی بات نہیں ہوئی معلوم نہیں کیسے اُن کے ذہن میں یہ بات رہ گئی کہ مجھے آپ کا کوئی گرامی نامہ نہیں ملا۔

(۵) میرا خیال ہے کہ میرا ابھی کوئی خط ضائع نہیں ہوا۔ وسط دسمبر کے بعد تو میں نے کوئی خط لکھا ہی نہیں۔

(۶) حضرت مولانا! بڑھاپا خود ایک مرض ہے میں سفر سے کتراتا ہوں ایک کان کا پردہ پھٹ گیا سفر سے اُس میں پیپ آنے لگتی ہے بسوں اور ریلوں کا سفر بس سے باہر ہے مسافروں کا اَزحام اور ریکارڈنگ رُوح فرسا ہے اِس لیے بے حد مجبوری میں سفر کرنا پڑتا ہے وہ بھی جب کوئی ساتھ ہو۔

(۷) ....

(۸) ....

(۹) میرے ایک عزیز دوست فاضل دیو بند مولانا محمد رمضان کا اِسی مہینے لاہور میں انتقال ہو گیا اُن کا لڑکا لاہور میں رہتا ہے اُن کی تعزیت کے لیے آنا ہے نیز مولانا محبوب الٰہی منگلوری کا خط آیا ہے اُن پر فالج کا اَثر ہے اُن کی خواہش ہے کہ میں اُنہیں آکر دیکھوں۔ ذرا سردی کم ہو تو لاہور حاضر ہوں گا۔ جی چاہتا ہے کہ آپ سے بھی ملاقات ہو۔

(۱۰) خط و کتابت کا سلسلہ بیچ میں ہی رہ گیا روایتِ تزوجِ ہشام کے متعلق میں نے لکھا تھا کہ محدثین کے نزدیک یہ اصل ہے اور باقی روایات اِس کے متابع ہیں دلیل یہ لکھی تھی تمام محدثین نے روایتِ

ہشام کو بابِ تزوج میں سب سے پہلے اِسی روایت کو ذکر کیا ہے اور پھر دُوسری متابعات کا ذکر کیا ہے۔ کسی نے بھی روایتِ ہشام کو ترک نہیں کیا۔ اکابر محدثین نے صرف روایتِ ہشام کو ذکر کیا اور کسی دُوسری روایت کا ذکر ہی نہیں مثلاً بخاری میں امام بخاریؒ نے، امام دارمیؒ نے دارمی میں، امام شافعیؒ نے کتاب الام اور اختلاف الحدیث میں، امام ابوداودؒ نے سنن ابوداوٗد میں۔

نوٹ : اصل روایت۔ متابع۔ شاہد محدثین کی مصطلحات ہیں۔

اِس کے جواب کے بعد آگے سلسلہ شروع ہوسکتا ہے۔ فقط

دُعا گو

نیاز احمد

حضرت اقدسؒ کا خط

آنجناب نے تحریر فرمایا ہے کہ روایتِ تزوج میں ہشام بن عروہ کی روایت محدثین کے نزدیک اصل ہے اور باقی متابعات ہیں۔ اِس کے بارے میں میں نے عرض کیا تھا کہ بات اِس لیے دُرست نہیں ہے کہ حضرت عروہ سے بڑے درجے کے حضرت اسودؒ بھی یہ روایت نقل فرما رہے ہیں وہ اہل کوفہ میں ہیں۔ محدثین کوفہ کے نزدیک اصل روایت حضرت اَسود رحمۃ اللہ علیہ کی ہوگی یا ابوعبیدہ کی ہوگی نہ کہ ہشامؒ کی۔ جن حضرات نے مدینہ منورہ میں پڑھا ہے اُن میں امام شافعیؒ بھی ہیں، انہیں وہی روایت پہنچی ہوگی جو مکہ مکرمہ مدینہ منورہ بغداد یا مصر کے علماء کی ہوگی۔

یہ بات بالاختصار گزشتہ عریضہ کے ص ۲ پر تحریر خدمت کر چکا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ جناب نے روایت عروۃ بن الزبیر کو اَصل قرار دیا ہے اور باقی حضرات کی روایت کو تابع قرار دیا ہے یہ دُرست نہیں ہے۔ امام بخاری سے پہلے ائمہ حدیث میں ابن ابی شیبہؒ نے فقط کوفی سند دی ہے، دُوسری سند ہی نہیں دی۔ اَبُوْبَکْرٍ قَالَ نَا اَبُوْمُعَاوِیَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ (مُصَنَّفُ اِبْنِ اَبِیْ شَیْبَةَ ص ۳۴۵ ج ۴) اِن کے نزدیک اَصل یہی روایت ہے۔ یہ سب رجال بخاری ہیں کچھ ایسے محدثین ہیں جنہوں نے اَسْوَدُ اَبُوْعُبَیْدَةَ ابْنُ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اور عُرْوَهْ تینوں کی روایات دی ہیں جیسے نسائی

نے بَابُ النِّکَاحِ الرَّجُلِ اِبْنَتَہُ الصَّغِیْرَۃَ میں تینوں حضرات کی روایات دی ہیں البتہ اَسود رحمۃ اللہ علیہ کا تقدم واضح ہے اصلی روایت تو اُن کی قرار دینی زیادہ مناسب ہے خصوصًا ہمارے نزدیک ۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

11-2-81

محترمی حضرت مولانا ! دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا گرامی نامہ باعثِ کرامت ہوا۔ میں ممنون ہوں کہ آپ نے میری تحریر کی طرف توجہ دی مگر معلوم ہوتا ہے کہ آپ عدیم الفرصت ہیں۔قلتِ وقت کی بنا پر سرسری جوابات سے نوازا ہے۔ یہ ''ہوگی'' محققانہ اَنداز نہیں ہے۔

(۱) میں پھر اپنی بات دہراتا ہوں۔امام بخاریؒ نے ،امام شافعیؒ نے ،امام ابوداؤدؒ نے اَور امام عبدالرزاقؒ نے اَور امام دارمیؒ نے صرف روایتِ ہشام کو قبول کیا ہے۔

(۲) صحاحِ ستّہ والوں نے پہلے روایتِ ہشام کا ذکر کیا ہے اِس کے بعد دُوسری روایات کو ذکر کیا۔ روایتِ ہشام کو کسی نے ترک نہیں کیا۔اَصل اَور متابع اِسی سے ظاہر ہے۔

(۳) آپ تحریر فرماتے ہیں کہ ''جن حضرات نے مدینہ میں پڑھا اُن میں امام شافعیؒ بھی ہیں اُنہیں وہی روایت پہنچی ہوگی مگر حقیقت یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے اِس روایت کے شیخ سفیان عیینہؒ ہیں اَور وہ کوفی ہیں۔

(۴) میرے پاس مصنف ابوبکر بن ابی شیبہ نہیں ہے اَور نہ میں نے اُس سے رُجوع کیا اَب دیکھوں گا اِنشاء اللہ۔مگر ابوبکرؒ کے شیخ ابومعاویہؒ جن سے اَسودؒ کی روایت منقول ہے جیسا کہ مصنف ابوبکر میں ہے خود ہشام سے اس روایت کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے۔سند یہ ہے : **حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ یَحْیٰی قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ** الخ .

نسائی میں ہے : **حَدَّثَنَا اِسْحَاقُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ قَالَ حَدَّثَنَا ھِشَامُ**

بْنُ عُرْوَۃَ الخ .

نسائی نے اِس باب میں پہلے یہی روایت لی ہے اِس کے بعد محمد بن العلاء واحمد بن حرب کے واسطے سے حَدَّثَنَا اَبُوْمُعَاوِیَۃَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَۃَ ؓ لائے ہیں۔ اِس سے یہی ظاہر ہے کہ ابومعاویہ کے ذریعہ سے بھی ہشام بن عروہ کی روایت اَصل ہے۔

(۵) آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''ابوبکر نے صرف ابومعاویہ کی روایت لی ہے اَور یہ بخاری سے مقدم ہیں''، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ابوبکر بن ابی شیبہ ہشامؒ سے روایتِ تزوج کے رواۃ ہیں۔ مسلم کی پہلی روایت ابوبکر بن ابی شیبہ سے منقول ہے اَور مسلم اِس روایت کو باب میں سب سے پہلے لائے ہیں۔ سند یہ ہے: حَدَّثَنَا اَبُوْکُرَیْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ ح قَالَ وَحَدَّثَنَا اَبُوْبَکْرِ بْنُ اَبِیْ شَیْبَۃَ قَالَ وَجَدْتُّ فِیْ کِتَابِیْ عَنْ اَبِیْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ ؓ قالت الخ تو اِس لیے یہ استدلال کہ ابوبکر بن ابی شیبہ نے صرف اَسود کی روایت ابومعاویہ عن الاعمش کو لیا ہے اِس لیے یہی اصل ہے صحیح نہیں ہے۔

(۶) آپ نے روایتِ اَسود کو کوفی ہونے کی وجہ سے اَصل فرمایا حقیقت اِس کے خلاف ہے۔

روایتِ ہشام بن عروہ کے اِن سے براہِ راست روایت کرنے والے ۹ حفاظ کوفی ہیں۔

۱	سفیان ثوری کوفی	بخاری میں
۲	سفیان بن عیینہ کوفی	کتاب الام میں
۳	ابومعاویہ کوفی	مسلم نسائی میں
۴	ابواُسامہ کوفی	بخاری اَور مسلم میں
۵	عبدہ بن سلیمان کوفی	مسلم میں
۶	علی بن مسہر کوفی	بخاری ابن ماجہ اَور دَارمی میں
۷	ابن نمیر کوفی	مسلم میں
۸	یونس بن بکر کوفی	بیہقی میں
۹	وکیع بن جراح کوفی	غیر صحاح میں

مذکورہ بالا تمام حفاظِ حدیث ہیں اَور کوفی ہیں۔ تو اِن سب نے بالاتفاق روایتِ ہشام بن عروہ کو لیا ہے۔ روایتِ اَسود کو ان میں سے صرف ابو معاویہ نے ذکر کیا ہے۔

معلوم یہ ہوتا ہے کہ روایتِ اَسود کو خود کوفے والوں نے قبول نہیں کیا۔

(۷) ابو معاویہ کے طبقہ میں اِس روایتِ اَسود کا اَور کوئی راوی نہیں ہے۔ اِسی طبقے کے ۸ حفاظ کوفی روایت ہشام بیان کرتے ہیں مگر روایتِ اَسود سے خاموش ہیں۔ اِس روایت میں ضرور کوئی علتِ قادحہ ایسی ہے جس کی وجہ سے اِسے نظر اَنداز کر دیا گیا۔ اِن حفاظ میں سے بہت سے اعمش سے روایات بیان کرتے ہیں مگر اِس روایتِ اَسود کو بیان نہیں کرتے۔

(۸) ابو معاویہ کے سوا اَعمش سے روایتِ اَسود کا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی راوی نہیں۔ اَعمش کے طبقہ میں اَعمش کے سوا اِبراہیم سے اِس روایتِ اَسود کا کوئی راوی نہیں۔ پھر آگے ابراہیم کے طبقہ میں ابراہیم کے سوا اِس روایتِ اَسود کا کوئی راوی نہیں۔ تو اَسود سے صرف ابراہیم اور ابراہیم سے صرف اَعمش اور اَعمش سے صرف ابو معاویہ اِس کے راوی ہیں۔

(۹) تو یہ سند اَسود سے ابو معاویہ تک واحد عن واحد ہے۔ کوفے کے اِن حفاظ کو اِس روایتِ اَسود سے کوئی کد تو تھی نہیں کہ اِسے ترک کر دیا۔ اور ہشام بن عروہ کی روایت کو قبول کر لیا اور ابو عبیدہ کی روایت تو اِس سے بھی نیچے ہے۔

اَسود کبار تابعین میں سے ہیں مگر کوفے والے اُن کو اِس روایت کو قبول کرنے میں متأمل ہیں۔

(۱۰) اِس تحریر سے میرا مدعا صرف یہ ہے کہ اِس باب میں روایتِ ہشام بن عروہ اَصل ہے اور روایتِ اَسود متابع ہو سکتی ہے۔

بلا وجہ ہم یہ خیال کریں کہ کوفیوں کے نزدیک روایتِ اَسود اَصل ہوگی دُرست نہیں ہے۔ کوفے والوں کے نزدیک بھی اَصل روایت ہشام بن عروہ کی ہے اَور روایتِ ہشام ہی کوفی روایت ہے۔

(۱۱) اگر آپ کو میرا یہ اِستدلال قبول ہے تو دُوسرا مقدمہ شروع کروں گا۔

زیادہ کیا تصدیع کروں۔ راقم

نیاز احمد

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا خط

باسمہ سبحانہٗ

محترمی ومکرمی دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ اِس میں اَور بہت سی نئی باتیں آگئی ہیں اِن کے جواب میں تو اَصل بات مخلوط ہوکر رہ جائے گی اِس لیے صرف ایک دو باتوں کی طرف توجہ دِلاؤں گا اَور پہلے ہی کی طرح اختصار کروں گا۔

دراصل میرے نزدیک تو حدیثِ تزوج خبرِ مشہور کا درجہ رکھتی ہے اَور جناب نے پہلے ہی اختیار دے رکھا ہے کہ کوئی اختلافِ رائے کرتا ہے تو کرے اُسے حق ہے اِس لیے مجھ سے جناب جب کوئی سوال کریں گے تو میرا جواب اپنے نقطۂ نظر سے ہوگا پھر اَور باتیں چل پڑیں گی جن کی وجہ سے آپ کی پوری بات سامنے نہ آسکے گی۔

میں نے جو سوال کیا تھا وہ یہ تھا کہ جناب کے پاس ایسی دلیلیں جو نہ ٹوٹ سکتی ہوں کیا ہیں؟ اور اُن میں سے وزنی دلیل کونسی ہے؟ میری گزارش کا جواب جناب نے تحریر فرمانا شروع کیا ہے وہ جناب پورا کرلیں میں اُس کا بلکہ اگر ایک سے زائد چند ایسی دلائل ہوں تو اُن سب کے مطالعہ کا خواہاں ہوں۔

آپ نے تحریر فرمایا ہے : ''اگر آپ کو میرا یہ اِستدلال قبول ہے تو دُوسرا مقدمہ شروع کروں گا''

☆ نہیں۔ بلکہ آپ لکھتے رہیں تاکہ مکمل دلیلیں سامنے آسکیں۔

اَب زائد معروضات میں یہ دو باتیں لکھ رہا ہوں یہ باتیں گرامی نامہ لکھتے ہی محسوس ہوئیں توجہ دلانی مقصود ہے، جواب وغیرہ نہیں۔

(۱) سفیان بن عیینہ اگرچہ وطنًا کوفی ہیں مگر مکہ مکرمہ میں زندگی گزاری ہے محدثِ حرم رہے ہیں وہیں اُنہوں نے اپنی کتاب تصنیف فرمائی ہے [۱] وہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے اُن سے پڑھا ہے یہ تفصیل

---

[۱] سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ مَیْمُوْنِ الْھِلَالِی اَبُوْ مُحَمَّدِ الْکُوْفِیْ سَکَنَ مَکَّۃَ وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃَ ھُوَ الْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ. مَاتَ سَنَۃَ ثَمَانٍ وَّتِسْعِیْنَ وَمِائَۃٍ قَالَ ابْنُ مَھْدِیْ کَانَ اَعْلَمُ النَّاسِ بِحَدِیْثِ اَھْلِ الْحِجَازِ وَکَانَ انْتِقَالُہٗ مِنَ الْکُوْفَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ سَنَۃَ ثَلَاثٍ وَّسِتِّیْنَ فَاسْتَمَرَّ بِھَا اِلٰی اَنْ مَّاتَ. تھذیب التھذیب . اُنظر المحدث الفاصل ص ۲۲۴ و ص ۶۱۲

کتب رجال میں موجود ہے گزشتہ خط میں اِسی طرف اِشارہ کرنا مقصود تھا۔

(۲) جناب نے (۸) تحریر فرمایا ہے :

''ابومعاویہ ۲؎ کے سواء اَعمش سے روایت اَسود کا پورے ذخیرۂ حدیث میں کوئی راوی نہیں''

یہ بات بھی دُرست نہیں ہے اگرچہ آج کل لوگ اِس اندازِ تحریر پر فریفتہ ہیں اور ایسے ہی دعووں کا نام ''تحقیق'' اور دعوے کرنے والے کو ''محقق'' کہتے ہیں چاہے ایسا دعوی بے اَصل ہی ہو لیکن یہ طرز خلافِ تقوی ہے۔

میں اور آپ اسلاف کرام کے نام لیوا ہیں تو وہی طرز اختیار فرمائیں جو اُن کا تھا جبکہ حالات یہ ہیں کہ پورا ذخیرۂ حدیث نہ میرے پاس ہے نہ آپ کے پاس ہے بلکہ ذخیرۂ حدیث کا عُشر بھی نہ ہوگا۔ یہ سطور صرف توجہ دِلانے کے لیے ہیں تاکہ جناب اور عمیق مطالعہ فرمائیں۔ جواب طلب نہیں۔ آپ اپنی گفتگو بغیر مجھ سے استفسار کیے جاری رکھیں تاوقتیکہ آپ کی دلائل مکمل ہوں۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۱۵؍فروری ۱۹۸۱ء

(جاری ہے)

۲؎ اُنظر المعارف لابن قُتَیْبَۃ ص ۱۳۴

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۲

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

حکیم نیاز احمد صاحب کا خط

محترمی حضرت مولانا ! زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ باعثِ کرامت ہوا۔ آپ کی تحریر سے کئی گوشے سامنے آرہے ہیں۔ میں اِس مکاتبت کو مفید تصور کرتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ میں ایک طبیب ہوں۔ نسخے لکھنا میرا کام ہے اِس میں بھی کماحقہ دسترس نہیں ہے۔ شُد بُد ضرور ہے الحمدللہ۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حصولِ تعلیم کے بعد کتابوں کو لوٹ کر دیکھا ہی نہیں۔ تعلیم کے دوران ضابطے کے مطابق حضرت مدنی رحمہ اللہ علیہ سے بخاری شریف اور ترمذی شریف پڑھیں۔ دَورے کی باقی کتابیں دُوسرے اَساتذہ سے پڑھیں اور امتحان دے کر گھر چلے آئے۔ فنون کی کتابیں تو زیرِ مطالعہ آتی رہیں مگر حدیث شریف کی کتابیں دوبارہ پڑھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اِس لیے فنِ حدیث میں نہ میرا کوئی مقام ہے اور نہ میں اِس کا مدعی ہوں۔

تعلیم سے فراغت کے برسوں بعد میں نے صرف روایتِ تزوج پر کام شروع کیا اور مسلسل کئی سال کی محنت کے بعد اِس سے فارغ ہوا اَور مختلف علماء سے تبادلہ خیالات کرتا رہا۔ مولانا الیف اللہ صاحب عثمانی تو اِس کام میں برابر شریک رہے پھر دس سال تک اِس کام کو ہاتھ نہیں لگایا۔ اَب خیال آیا کہ یہ ایک علمی کام ہے علماء کے سامنے آنا چاہیے۔ اِس سلسلہ میں بیسیوں سفر کیے۔ مختلف کتب خانوں میں پہنچا۔ پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں پڑھنے جاتا تھا۔ اور یہاں مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سرگودھوی صاحب مرحوم کے کتب خانہ میں مہینوں بیٹھا رہا۔ مطب بند کر دیا تھا۔ اُن کے کتب خانے کی بہت سی کتابوں کو پہلی دفعہ میں نے دیکھا۔ اُس وقت تک اُن کے اَوراق بھی نہیں کٹے تھے، رجال کی جو کتابیں مہیا ہو سکیں اُن کو بار بار مطالعہ کیا۔

غرض حدیث میں روایتِ تزوج کا میں الحمدللہ حافظ ہوں۔ میں نے جو کچھ کیا خلوصِ نیت سے کیا۔ صرف اپنی تسکینِ قلب کے لیے کیا اور طالبعلمی ہی کے زمانہ سے اِس مسئلہ میں جو اشکال ہوتا تھا اُس کی تحقیق کے لیے کیا۔ میں نہ کوئی عالم ہوں نہ مصنف۔ میرے دل میں ہرگز یہ ہوس نہیں ہے کہ میرا نام ہو۔ میں تو ایک معمولی طالبعلم ہوں اور یہ بھی طلب علم ہی ہے۔

مقدمات کے بغیر نتیجہ تک پہنچنا نہ صحیح طریقہ ہے اور نہ مفید۔ آپ کے ذہن میں یہ روایات اِس طرح مرتسم ہیں کہ اُن کی وجہ سے کوئی دلیل بھی قوی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ یعنی صرف اِتنی بات کہ روایتِ ہشام محدثین کے نزدیک اَصل روایت ہے اَور دُوسرے رُواۃ کی روایات متابع ہیں، اَب تک آپ سے اِس کی سندِ قبولیت حاصل نہ ہو سکی۔

میں جانتا ہوں کہ سفیان بن عیینہؒ مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے تھے اور اِسی کو وطن بنا لیا تھا۔ وہیں اُن کی وفات ہوئی۔ امام شافعیؒ نے یہ روایت اِن سے مکہ مکرمہ میں ہی سنی ہو گی۔ مگر میں نے تو اپنے خط میں کہیں بھی

نہیں لکھا کہ امام شافعیؒ نے یہ روایت اُن سے کہاں سنی ۔ میں تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ سفیان بن عیینہ نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے کوفہ میں سنی اور وہیں دُوسرے کوفی حفاظ نے بھی یہ روایت اُن سے سنی ۔ اور عرض کیا تھا کہ روایتِ ہشام ہی اَصل میں کوفی روایت ہے کیونکہ اُن کوفی حفاظ نے اُن سے براہِ راست کوفے میں سنا ہے ۔ اِس پر میں نے اپنے مضمون میں مفصّل بحث کی ہے ۔

میں نے عرض کیا تھا کہ ''ابومعاویہ کے سوا اعمش سے روایتِ اَسود کا پورے ذخیرۂ حدیث ۱؎ میں کوئی راوی نظر نہیں آتا'' ۔ اِس جملہ کو آپ نے میری طرف سے اِدّعاء خیال فرمایا اور اِس طرزِ تحریر کو خلافِ تقوی فرمایا اور یہ دلیل بیان فرمائی کہ ''پورا ذخیرۂ حدیث نہ میرے پاس ہے نہ آپ کے پاس بلکہ عشر بھی نہیں ہے'' میری مراد ہرگز یہ نہیں ہے کہ جو ذخیرۂ حدیث میری نظر سے نہیں گزرا اُس کے متعلق بھی یہ دعوی کر رہا ہوں اور نہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ دُنیا میں کوئی حدیث کی کتاب ایسی نہیں جو میں نے نہ دیکھی ہو ۔

میری مراد متداول ذخیرۂ حدیث سے ہے ۔ اُس کی میں نے ورق گردانی کی ہے اور تلاش کیا ہے مگر مجھے ایسا نہیں ملا ۔ اور یہ خالی امکان والی دلیل سمجھ میں نہیں آئی کہ چونکہ ہمارے پاس عشرِ عشیر بھی نہیں ہے اِس لیے اِس سے جو علاوہ ہے اُس میں اعمش سے ابومعاویہ کا اور بھی کوئی راوی ہوگا ۔ صحیح طریقہ یہ تھا کہ آپ اعمش سے ابومعاویہ کے علاوہ کوئی دُوسرا راوی بیان فرما دیتے اور آپ کو لکھنے کا مقصد تھا بھی یہی ۔

حضرت ! میرا مقصد پورے ذخیرۂ حدیث سے وہی ہے جو دستیاب ہے ۔ جو دستیاب ہی نہیں وہ زیر بحث آ ہی نہیں سکتا ۔ آپ نے اِس روایت کو مشہور فرمایا ۔ مگر علامہ ابن ہمامؒ نے '' هٰذَا النَّصُّ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُتَوَاتِرِ '' فرمایا ۔ اور حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی فتح الملہم میں یہی فرمایا ہے ۔ آپ تو ابھی ایک قدم پیچھے ہیں ۔

حضرت ! میرے پاس اور بھی ثبوت ہے کہ یہ روایت عَنْ اَعْمَشَ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ اَسْوَدَ ہے ہی نہیں ۔ لیکن اَصل اور متابع کی بحث طے ہو تو آگے چلیں ۔ اِتنی واضح اور سادہ بات میں میں اور آپ اَب تک متفق نہ ہو سکے کہ اَصل روایت کونسی ہے اور متابع کونسی ۔ میرے استدلال کی بنیاد ہی یہ ہے کہ اَصل روایت

۱؎ میرے اصل مسودے میں ''پورے معلوم ذخیرۂ حدیث میں'' تھا نقل کرنے میں ''معلوم'' رہ گیا ۔

ہشام بن عروہ کی ہے آپ اِسے مشہور فرمائیں۔ یا قریب من التواتر کہا جائے۔ اِس سے میرے استدلال پر کوئی اَثر نہیں پڑتا۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ روایت ۹ کوفی حفاظِ حدیث نے کوفے میں ہشامؒ سے سنی۔

بہرحال اِس نتیجہ تک پہنچنے کے لیے جن چند مقدمات کی ضرورت ہے اُن میں یہ پہلا مقدمہ ہے کہ روایتِ ہشام اَصل روایت ہے۔ اور جب تک یہ مقدمات میں آپ کے سامنے پیش نہیں کروں گا اُس وقت تک آپ کیسے اِس نتیجہ پر پہنچیں گے جس تک میں پہنچا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ متابع کی بحث بعد میں کی جائے۔ اَصل روایت پر گفتگو کے دوران متابعات کی بحث میں میں اُلجھنا نہیں چاہتا۔ مجھے اِس پر اِس لیے اِصرار ہے کہ نتیجہ تک پہنچنے کے لیے یہ ترتیب ضروری ہے۔

اِس خط کے جواب کے بعد اِنشاء اللہ دُوسرا مقدمہ پیش کروں گا۔ رہا تقوی کا معاملہ تو اِس سلسلہ میں صرف اِتنا عرض ہے کہ یہاں تو زندگی ساری کی ساری لغزشوں اور خطاؤں سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ متقیوں کا دامن پکڑ لینے کی توفیق عطا فرمائے تو یہی بڑی کامیابی ہے۔ دُعا کی ضرورت ہے۔ وہی رحیم و کریم اور غفار الذنوب ہے۔

اُحِبُّ الصّٰلِحِیْنَ وَ لَسْتُ مِنْھُمْ لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

راقم

نیاز احمد

۲۴ر فروری ۸۱ء

محترمی و مکرمی دام مجدکم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہوا۔ ہم سب ہی گناہگار ہیں۔ سوائے رحمتِ رب کوئی سرمایہ نہیں۔ جناب نے معلوم ہوتا ہے واقعی برسوں محنت کی ہے۔ اور مجھے بھی یہی محسوس ہوتا تھا کہ کوئی بات نوعمری میں ذہن میں بیٹھ گئی اور وہ پکتی رہی ہے جیسے مودودی صاحب کے ذہن میں اَب سے ستاون سال پہلے سے حضرت عثمانِ غنی

رضی اللہ عنہ کے بارے میں اعتراضات پیدا ہوئے تھے جو بڑھتے ہی رہے ______ میں تو اِس بحث میں چند ماہ سے داخل ہوا ہوں۔ خالی الذہن ہی تھا۔

البتہ جو بات حدیث میں آئی ہو اُس کی حکمت بتلانا یہ ضروری ہوتا ہے صرف اِتنا ہی بیان ہوتا تھا۔ ایک صاحب نے انہی دِنوں حکیم فیض عالم کے رسالہ کی طرف توجہ دلائی۔ وہ میں نے منگایا بھی مگر اَب تک بھی اُسے نہیں پڑھ سکا ہوں۔ یونہی اُوپر کتب خانے میں بھجوا دیا۔

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ سفیان بن عیینہ بچپن ہی میں کوفہ سے باہر آ گئے تھے اور دس سال کے تھے کہ زہری اور عمرو بن دینار کی مجلس میں آنے لگے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اُن کے والد اَصل میں مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ گویا وہ والد کا وطن ہونے کی وجہ سے وہاں بہت بہت رہنے لگے تھے۔ تعلمًا وہ حجازی بن گئے لَوْلَا سُفْیَانُ وغیرہ کے ساتھ یہی لکھا ہوا ہے۔ لَذَهَبَ عِلْمُ اَهْلِ الْحِجَازِ ملاحظہ فرمالیں۔

تذکرۃ الحفاظ، تہذیب التہذیب، کفایہ فی علم الروایہ اور **المحدث الفاصل** سہولت کے لیے کچھ عبارتیں لکھ رہا ہوں تاکہ مراجعت میں دُشواری نہ ہو۔ **تذکرۃ الحفاظ** میں ہے

وَطَلَبَ الْعِلْمَ فِیْ صِغَرِہٖ (۲) قَالَ الشَّافِعِیُّ لَوْلَا مَالِكٌ وَسُفْیَانُ لَذَهَبَ عِلْمُ الْحِجَازِ . وَعَنِ الشَّافِعِیِّ قَالَ وَجَدْتُّ اَحَادِیْثَ الْاَحْکَامِ کُلَّهَا عِنْدَ مَالِكٍ سِوٰی ثَلَاثِیْنَ حَدِیْثًا وَوَجَدْتُّهَا کُلَّهَا عِنْدَ ابْنِ عُیَیْنَةَ سِوٰی سِتَّةِ اَحَادِیْثَ قَالَ عَبْدُالرَّحْمٰنِ بْنُ مَهْدِیٍّ کَانَ ابْنُ عُیَیْنَةَ مِنْ اَعْلَمِ النَّاسِ بِحَدِیْثِ اَهْلِ الْحِجَازِ . (تذکرۃ الحفاظ ج اص ۲۶۲.۲۶۳)

تہذیب التہذیب میں ہے : وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاهُ عُیَیْنَةَ هُوَالْمَکِّیُّ اَبَاعِمْرَانَ (۲) وَقَالَ الشَّافِعِیُّ لَوْلَا مَالِكٌ وَسُفْیَانُ لَذَهَبَ عِلْمُ اَهْلِ الْحِجَازِ . وَقَالَ یُوْنُسُ بْنُ عَبْدِ الْاَعْلٰی سَمِعْتُ الشَّافِعِیَّ یَقُوْلُ مَالِكٌ وَسُفْیَانُ الْقَرِیْنَانِ . وَقَالَ اَبُوْحَاتِمِ الرَّازِیُّ وَاَثْبَتُ اَصْحَابِ الزُّهْرِیِّ مَالِكٌ وَابْنُ عُیَیْنَةَ ____ وَقَالَ اللَّالِکَائِیُّ __ وَاَجْمَعَ الْحُفَّاظُ اَنَّهٗ اَثْبَتُ النَّاسِ فِیْ عَمْرِو بْنِ دِیْنَارٍ . (ص ۱۱۷ تا ۱۲۲ ج ۴)

کفایہ فی علم الروایہ میں ہے کہ امام احمدؒ نے فرمایا : اَخْرَجَهٗ اَبُوْهُ اِلٰی مَکَّةَ وَهُوَصَغِیْرٌ فَسَمِعَ مِنَ النَّاسِ عَمْرِوبْنِ دِیْنَارٍ وَابْنِ اَبِیْ نَجِیْحٍ الخ .

شعبہ فرماتے ہیں کہ رَأَیْتُ ذَالِکَ الْغُلَامَ عِنْدَ عَمْرِوبْنِ دِیْنَارٍ وَبِیَدِہٖ اَلْوَاحٌ وَفِیْ اُذُنِہٖ قُرْطٌ مِّنْ ذَھَبٍ . خود ابن عیینہؒ کے الفاظ میں روایت ہے فرمایا کہ: اَتَیْتُ الزُّھْرِیَّ وَفِیْ اُذُنِیْ قُرْطٌ وَلِیْ ذُؤَابَۃٌ فَلَمَّا رَاٰنِیْ جَعَلَ یَقُوْلُ وَاسنیۃ واسنیۃ ھٰھُنَا ھٰھُنَا مَارَأَیْتُ طَالِبَ عِلْمٍ اَصْغَرَ مِنْ ھٰذَا. ص ٦٠. اِس سے اگلے صفحہ پر ہے وَلِی عَشْرُ سِنِیْنَ۔ اِس صفحہ پر امام احمد کا قول ہے کہ بچہ کی روایت اِذَاعَقَلَ وَضَبَطَ جائز ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر یہ بات دُرست نہ مانی جائے تو سُفْیَانْ بِنْ عُیَیْنَۃَ اور وَکِیْع کے بارے میں کیا کرو گے۔

میں نے پہلے جو عریضہ لکھا تھا وہ واقعی بات نا تمام تھی۔ جو اَب لکھا ہے پہلے خط میں یہ بھی ہوتا تو بات واضح ہو جاتی۔ میں نے عرض کیا تھا کہ وہ کوفی کہلاتے ہیں لیکن تَعَلُّمًا وَتَعْلِیْمًا وہ غیر کوفی ہیں۔ اِس لیے اُنہوں نے روایتِ تزوج ہشام سے مدینہ شریف میں لی ہے نہ کہ کوفہ میں۔ یہ کہنا زیادہ قوی اور راجح ہوگا اِس لیے اِس روایت کے رُواۃ اہل کوفہ میں سے یہ نام کم کر کے رُواۃ اہل مکہ میں شمار کرنا چاہیے۔ اور سند امام شافعی مکی ہوگی نہ کہ کوفی۔ (اور ''ہوگی'' کا مطلب شک نہیں ہے بلکہ بمعنی قرار پائے گی ہے۔)

صاحب المصنف (ابن ابی شیبہ) نے روایت اَسودؒ ہی کو اصل سمجھا ہے اور وہ کوفی ہیں۔ اُنہوں نے روایت عروہؒ لی ہی نہیں۔ کتاب النکاح میں اور پھر اپنی کتاب کے آخری حصہ میں کتاب التاریخ میں بھی یہی روایت دوہرائی ہے۔ روایت اسودؒ میں ابو معاویہ کی متابعت ہمارے پاس موجود کتابوں میں ملتی ہے۔ طبقات ابن سعد میں اسرائیل عن الاعمش (ص٦٢ ج ٨) اور معارف ابن قتیبہ میں مالک بن سعیر عن الاعمش (ص١٣٤ پر) ابو معاویہ کے متابع موجود ہیں۔ آپ کے پاس اِس روایت کے نہ ہونے کا کیا ثبوت ہے؟ وہ بھی تحریر فرمائیں۔

آپ نے روایت عروہ کو اَصل باقی روایات کو متابع فرمایا ہے۔ یہ اُصولاً درست نہیں ہے مثلاً جنابِ رسول اللہ ﷺ سے ایک ہی روایت اگر حضرت اَنس حضرت جابر حضرت ابو ہریرہ نقل کریں گے تو اُن میں یہ نہیں کہا جاتا کہ حضرت انس نے حضرت جابر کی اور حضرت ابو ہریرہ نے حضرت انس کی متابعت کی بلکہ ہر صحابی کی روایت مستقل شمار ہوگی۔ اِسی پر روایت کے تواتر، شہرت اور خبر واحد ہونے کا مدار ہے۔ اسی طرح جب حضرت عائشہؓ کوئی بات بیان فرمائیں گی تو ہر ایک راوی کی روایت الگ شمار ہوگی۔ اُن سے خود سننے والے

ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہو سکتے۔ مثلاً روایت اَسْوَدُ عَنْ عَائِشَةَ روایت عُرْوَةُ عَنْ عَائِشَةَ روایت اَبِیْ عُبَیْدَةَ عَنْ عَائِشَةَ روایت مُصْعَبُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَائِشَةَ روایت عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ روایت عَبْدُ الْمَلِكُ بْنُ عُمَیْرٍ عَنْ عَائِشَةَ روایت عَبْدُ الرَّحْمٰنِ عَنْ عَائِشَةَ. یہ آٹھ روایات شمار ہوں گی وَھٰکَذَا اِن حضرات کی روایات میں سے ایک ایک کی روایت میں جدا جدا متابعت تلاش کرنی چاہیں تو کریں اور یہ کام اصولِ حدیث کی رُو سے بے ضرورت ہوگا۔ اِسی لیے ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اِسے قریب من التواتر فرمایا ہے اور ابن حزم جیسے شخص نے بھی اس کے بارے میں کہا ہے کہ اِس کی سند کے ذکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے واقعی احتیاطاً مشہور لکھا تھا۔

غرض جناب نے جو اَصل اور متابع کا جو خاکہ تحریر فرمایا ہے وہ اصولاً بالکل دُرست نہیں ہے وہ اُس روایت پر منطبق ہونا ممکن نہیں ہے۔ یہ روایت خبر واحد بھی نہیں ہے چہ جائیکہ شاذ ہو۔ اِسے خبر واحد یا شاذ کہہ کر یہ قاعدہ جاری کرنا سعی لاحاصل اور اُصولی غلطی ہوگی، نہ کہ تحقیق۔

حضرت مولانا الیف اللہ صاحب کی خدمت میں بھی سلام فرمادیں۔

آج کل مہمانداری بہت ہے بلکہ مسلسل ہی رہنے لگی ہے۔ جواب فوراً لکھنا ممکن نہیں ہوتا۔ جب تاخیر ہو تو عذر پر محمول فرمالیا کریں۔

یہ خط چند روز قبل لکھا تھا پھر صاف کرانے میں مزید تاخیر ہوگئی۔

والسلام

حامد میاں غفرلہٗ

۳/مارچ ۸۱ء

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۳

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

22 - 3 - 81

محترم المقام حضرت مولانا صاحب زید مجدکم العالی

السلام علیکم

شروع مارچ میں آپ کا گرامی نامہ باعثِ شرف ہوا تھا۔ جواب چار روز میں مکمل کر دیا تھا مگر نقل کرنے میں کافی عرصہ لگ گیا۔ میرے ہاتھ میں رعشہ ہے نقل کا اکثر کام میرا بھتیجا کرتا ہے اُس نے یہ خط اپنے پیڈ پر ہی نقل کر دیا ہے اِسی طرح بھیج رہا ہوں۔ جب وہ نقل کر کے لے آئے تو مولوی الیف اللہ صاحب نے پہلے حصہ میں ترمیم کر دی اِس لیے پہلا صفحہ بدلنا پڑا اور نمبر پورا کر کے لکھنا پڑا اِن وجوہ سے غیر ضروری تعویق ہو گئی۔

جس حصے میں اختلاف ہو نمبر دینا کافی ہے عبارت نقل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اُمید ہے کہ مع اہل وعیال خیریت سے ہوں گے۔ جب پہلا مقدمہ طے ہوجائے گا تو آگے چلوں گا عمر کے تقاضے سے گھٹنوں میں درد ہے ذرا طبعیت ٹھیک ہوتو ایک دِن کے لیے لاہور آنا ہے، بغیر ساتھی کے سفر بھی دُشوار ہے۔ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ آپ سے ملاقات کا موقع دے۔

دُعا گو

نیاز احمد

نوٹ : میں نے یہ خط فوٹوسٹیٹ کرالیا ہے وہی بھیج رہا ہوں۔ نیاز احمد

22 - 3 -81

محترمی حضرت مولانا صاحب! دام فضلکم

السلام علیکم

۱۔ میرا اِرادہ تو یہ تھا کہ مختصر راستے سے ہم جلدی نتیجہ تک پہنچیں۔ میں نے لکھا بھی تھا کہ چار مقدمات کے بعد اثباتی دلائل لکھوں گا۔ پہلا مقدمہ یہ ہے کہ روایتِ ہشام اَصل ہے باقی متابع یا مؤید ہیں۔ آپ نے اَب تک اِسے تسلیم نہیں فرمایا طویل خط وکتابت کے بعد بھی ہم چلے تھے جہاں سے وہیں کے وہیں ہیں۔ اَب میں نے اختصار کو ختم کر دیا ہے۔ اَب ہر ہر چیز پر مفصل بحث کروں گا۔

تمہید :

۲۔ میں نے اپنے کام کی ابتداء اِس بات سے کی تھی کہ صحاح ستہ کی روایات سے احتجاج کروں گا دُوسرے درجے کی کتابوں سے روایت قبول نہیں کروں گا مگر روایتِ ہشام بن عروہ کا استقصاء کرتے ہوئے خیال آیا کہ حدیث کی کتابوں سے اِس روایتِ ہشام بن عروہ کے تمام رُواۃ کو تلاش کر کے جمع کرلیا جائے۔ اِس لیے کتاب الام اور بیہقی پھر مسند امام احمد سے اِس روایت کی اسناد کو دیکھا۔ اِس لیے اَب میں اِس سلسلے میں صحاح ستہ کے حوالہ جات قبول کروں گا اُس کے بعد کتاب الام، دارمی اور مسندِ امام احمد کے۔

۳۔ یہ بات ابتداء سے میرے ذہن نشین نہیں تھی۔ ہاں ! اتنی بات ضرور تھی کہ نابالغی کی بنا کو فطرتِ سلیمہ ویسے قبول نہیں کرتی اِس لیے اُس کی توجیہ موجود تھی کہ حضرت عائشہ ۹ سال کی عمر میں بالغہ تھیں اور

تاریخ میں کچھ ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ کم عمری میں نکاح ہوا، کم عمری میں اَولاد ہوگئی اِس لیے طبیعت میں اگر کچھ خلش ہوگی تو اِس سے جاتی رہی۔

پھر میں تو آپ سے عرض کر چکا ہوں میں اِس فن کا آدمی نہیں تھا ابتداء سے جن فنون میں درک تھا وہ منطق اور فلسفہ دُوسرے درجے پر اَدب تھا۔ یہ تو میں نے بعد میں روایتِ تزوج کو صحاح ستہ سے جمع کیا اور جمع کر کے ترتیب کے خیال سے الفاظِ روایت اور اِختلافِ روایت کو دیکھا تو خیال ہوا کہ اِس کا اِحاطہ کر لینا چاہیے کہ حضرت عائشہؓ کے اَصل الفاظ کیا تھے۔ جب اِس مرحلے پر پہنچا تو سوچا کہ اَسناد کو دیکھ لوں جب اِس روایت کے تمام رجال کو دیکھا تو بہت سے نئے گوشے سامنے آئے۔ پھر کتبِ اصولِ حدیث کو دوبارہ پڑھا اور اُس کے بعد ضوابط ذہن نشین کیے۔ پھر رجال کی چھان بین کر کے اُنہیں لکھ لیا۔ اِن سب معلومات کو جب یکجا کیا تو نتیجہ اپنے مسلّمات کے خلاف برآمد ہوا۔ مزید مطالعہ کیا اور معاملہ وسیع تر ہوتا چلا گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی جہاں اَب میں ہوں۔

میں منکرینِ حدیث پر تین حرف بھیجتا ہوں اِس سے بچنے کے لیے اَب تک کوئی چیز شائع نہیں کی۔ مگر محدثین کے اصول پر کسی روایت کی دیکھ بھال کو اہلِ علم کا حق خیال کرتا ہوں اور اِسی خیال سے یہ کام کیا۔

۴۔ رہا موودودی صاحب کا معاملہ! وہ میرے قدیم مہربان تھے میں اُن سے ''**الجمعیة**'' کی ایڈیٹری کے دور سے واقف تھا۔ پھر میرے ایک عزیز دوست اُن کے رسالے کے کاتب تھے اُن کی وجہ سے اُن سے ملاقات رہتی تھی۔ بعض مسائل پر اُن سے خط و کتابت بھی رہی۔ لاہور جاتے تو اُن سے سیاسی امور پر بات کرنے چلے جاتے۔ پہلی ختمِ نبوت ۵۳ کی تحریک کے موقع پر اُن سے اکثر ملاقاتیں رہیں۔ وہ سرگودھے آتے تو اپنے حلقے میں ٹھیرتے تو بلا لیتے۔ پھر غالباً ۱۹۶۶ء میں یہاں آئے تو مجھے بلایا۔ میں نے کہا کہ میں اپنا ایک مضمون دکھانا چاہتا ہوں فرمانے لگے لاہور آجاؤ۔ میں نہ جا سکا۔ پھر حضرت عثمانؓ کے معاملے میں میں نے اُنہیں سخت خط لکھا۔ غلافِ کعبہ کی زیارت کے بارے میں تلخ خط و کتابت ہوئی۔ وہ میرے پاس ہے پھر میں نے اُن کی تفسیر پر کچھ استفسار اُن سے کیے۔ اُس میں بھی کچھ تلخی ہوئی وہ بھی میرے پاس ہے۔

بہرحال اُن کی حضرت عثمان سے بدظنی کے اسباب اور ہیں وہ علمی اور تاریخی نہیں ہیں نفسیاتی ہیں اللہ تعالیٰ اُنہیں معاف فرمائے۔ یہ روایتِ تزوج اپنی ماہیت کے اعتبار سے خبرِ واحد میں شامل ہے۔ کیونکہ یہ

خبر متواتر تو ہے نہیں۔ متواتر میں تو شروع ہی سے بیان کرنے والوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ جن کا جھوٹ پر جمع ہونا، بھول جانا، دھوکہ دینا مستبعد ہوتا ہے۔ اِس روایت کی یہ شان نہیں ہے۔ اِس کے بعد پھر مشہور، عزیز وغیرہ آحاد ہی کی اقسام ہیں۔

ہم نے کتبِ صحاح ستہ میں اس روایت کو تلاش کیا تو ترمذی میں یہ روایت مذکور ہی نہیں ہے۔ حالانکہ ترمذی کتاب المذاہب ہے۔ گویا اُنہوں نے سرے سے اِس روایت کو قابلِ اعتبار خیال نہیں کیا یا اُن کے نزدیک اِس میں کوئی علتِ خفیہ قادحہ ایسی تھی جو اِس روایت کو قبول کرنے سے مانع تھی۔

٦۔ پھر ہم نے بخاری کو دیکھا اِس میں یہ روایت ہشام بن عروہ سے منقول ہے بخاری نے اِس روایتِ ہشام کو چار راویوں کے واسطے سے بیان کیا۔ علی بن مسہر سے، ابواُسامہ سے، سفیان سے، وہب سے یعنی روایت میں تعدد ہشام سے نیچے ہے۔ یعنی ہشام کے تلامیذ ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بخاریؒ کے نزدیک یہی قوی اور اَصل روایت ہے۔ بذاتِ خود یہ سند ثبوتِ روایت کے لیے کافی ہے۔

بخاریؒ نے اَور روایات کو ترک کر دیا کیونکہ اُن کے نزدیک اِن میں ضرور کوئی خرابی ہوگی جو روایت کو قبول کرنے میں مانع تھی۔ امام بخاری نے چھ لاکھ اَحادیث میں سے اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے اِس روایت کا انتخاب کیا۔ روایتِ اسود، روایتِ ابوعبیدہ وغیرہ ضرور اُنہیں پہنچی ہوں گی۔ کیونکہ صحاح ستہ کے مصنفین تمام ہم عصر ہیں جب اَوروں نے دُوسری روایتیں درج کی ہیں تو ضرور امام بخاری کو بھی یہ روایات پہنچی ہوں گی۔

پھر مسلم نے بھی اِس باب میں پہلے ہشام بن عروہ کا ذکر کیا ہے مندرجہ ذیل رُواۃ کے ذریعہ
اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ اَبِیْ مُعَاوِیَۃَ عَنْ ھِشَامِ بْنِ نُمَیْرٍ عَنْ ھِشَامٍ پھر عَبْدَۃُ عَنْ ھِشَامٍ۔

٧۔ پھر ابوداوٗد نے بھی صرف ہشام بن عروہ کی روایت کا ذکر کیا۔ حماد بن زید کے ذریعہ، اور اُس باب میں روایتِ ہشام کو کافی خیال کیا۔

٨۔ کتاب الام میں امام شافعی نے ہشام بن عروہ کی روایت کو لیا سفیان بن عیینہ کے ذریعہ۔

اِن تینوں نے ہشام ہی کو اَصل خیال کیا اور قبول کیا اور خبر واحد سمجھ کر قبول کیا۔ کیونکہ اُن کے نزدیک تو اِس سند کے سوا اَور کسی سند سے یہ روایت ثابت ہی نہیں اور ہر مصنف نے اپنی ذات سے اُوپر ہشام

بن عروہ تک پوری سند بیان کردی۔

۹۔ مسلم کی اِس روایت میں بھی تعدد ہشام سے نیچے ہے۔یعنی ہشام کے راوی ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔مسلم میں ہشام کی اِس روایت میں جو ابو اُسامہ سے منقول ہے، ایک راوی ابوبکر بن ابی شیبہ بھی ہیں۔یعنی روایت ہشام ابوبکر عن ابی اُسامه عن هشام بن عروه منقول ہے۔پھر امام مسلم نے دُوسری روایت اَسود عن عائشہ کا ذکر کیا یعنی اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنِ الْاَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ کا ذکر کیا۔ اِس روایت میں ابومعاویہ سے نیچے ابوبکر بن شیبہ بھی ہیں یعنی ابوبکر سے ابو اُسامہ کی روایت بھی منقول ہے۔اور ابومعاویہ عن الاعمش بھی منقول ہے۔

اَب مسلم کے نزدیک حضرت عائشہؓ سے دوراوی ہیں عروہ اور اَسود، اور کسی روایت کا اُنہوں نے ذکر نہیں کیا بلکہ نا قابلِ اعتبار خیال کر کے ترک کردیا۔

امام مسلم بھی نسائی اور ابن ماجہ کے ہم عصر ہیں اِن کی روایات امام مسلم کو بھی معلوم ہوں گی مسلم کے نزدیک بھی یہ روایت خبرِ آحاد میں شامل ہے دوسندوں کے آنے سے روایت مشہور نہیں ہوجاتی۔

۱۰۔ ابن ماجہ نے پہلے روایتِ ہشام کا ذکر صرف علی بن مسہر کے ذریعہ کیا پھر ابوعبیدہ کی روایت کا ذکر کیا۔ابن ماجہ کے نزدیک حضرت عائشہ سے صرف دوراوی ہیں عروہ اور ابوعبیدہ۔اَسود کی روایت کو اُنہوں نے قابلِ اعتبار خیال نہیں کیا اِس لیے ذکر ہی نہیں کیا۔یہ صحاح ستہ کے آخری مصنف ہیں ۳۰۳ھ میں اِن کا انتقال ہوا۔

۱۱۔ نسائی نے سب سے پہلے ہشام بن عروہ کی روایت کا ذکر دو واسطوں سے کیا۔ابومعاویہ عن ہشام اور جعفر بن سلیمان عن ہشام پھر ابوعبیدہ عن عائشہؓ پھر الاسود عن عائشہ پھر ابوسلمہ عن عائشہ۔یعنی نسائی کے نزدیک چار راوی ہوگئے : عروہ، ابوعبیدہ، اسود اور ابوسلمہ۔

صحاح ستہ میں صرف یہ ایک مصنف ہیں جنہوں نے حضرت عائشہ سے چار راویوں کے سماع کی روایت بیان کی ہے صرف ایک مصنف کے اِس بیان سے یہ روایت شہرت کے درجہ کو نہیں پہنچ جاتی۔

روایت ابوسلمہ کو صحاح ستہ میں صرف نسائی نے ذکر کیا اَور وہ بھی بطورِ مؤید روایت ہشام۔یعنی ۳۰۳ھ میں اہلِ علم کے علم میں یہ بات آئی کہ حضرت عائشہ سے اِس روایت کے چار راوی ہیں۔اور اُن میں

قوی روایت ہشام بن عروہ کی ہے۔

۱۲۔ ابنِ ماجہ بعد میں تصنیف ہوئی اِس میں پہلے روایتِ ہشام کو پھر ابو عبیدہ کوفی کی روایت کا ذکر کیا گیا۔اور روایتِ اسود و ابوسلمہ کو ترک کر دیا گیا۔یعنی ابن ماجہ نے دوراویوں کی روایت کو قابلِ استناد خیال کیا۔پہلی ہشام ابن عروہ کی دُوسری ابوعبیدہ کی۔پہلی اَصل ہے دُوسری مؤید۔ابن ماجہ کی وفات ۳۰۳ھ ہے۔

۱۳۔ جس طرح یہ روایت صحاح ستہ میں مذکور ہے اِس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ اِس روایت کو اُن مصنفین نے خبر واحد کے طور پر لیا اور سب نے روایتِ ہشام کو اَصل خیال کیا۔کیونکہ سب نے پہلے اِسے ذکر کیا اور کسی نے ترک نہیں کیا۔اور بخاری اور ابوداؤد نے صرف روایتِ ہشام کو ذکر کیا اور کسی روایت کو قبول ہی نہیں کیا۔

۱۴۔ اِن محدثین کے نزدیک روایتِ ہشام میں تعدد ہشام سے نیچے ہے۔اِس سے اُوپر نہیں ہے۔ اِس میں شہرت کی کیفیت بعد میں پیدا ہوئی۔

۱۵۔ کوئی بھی روایت جب جس کسی کتاب میں آجائے تو اُس کے بعد تو وہ متواتر ہوتی ہے۔اُس کا علم چند لوگوں تک محدود نہیں رہتا سب اہلِ علم اُسے پڑھتے ہیں۔

۱۶۔ کسی روایت کے کتاب میں آنے سے پہلے اَصل راوی سے مصنف تک روایت کو پرکھا جاتا ہے۔یعنی جس اَسناد سے وہ روایت کتاب میں مذکور ہوتی ہے ہر سند کے رُواۃ کو پرکھتے ہیں اور اس اعتبار سے اس پر مشہور، عزیز، صحیح، حسن، غریب اَور ضعیف کا حکم لگاتے ہیں۔

۱۷۔ اس اعتبار سے یہ روایتِ ہشام اَصل اقوی اور راجح قرار پائی ہے۔اور روایتِ اسود اور ابوعبیدہ و ابوسلمہ اِس کی مؤید ہیں۔مندرجہ ذیل وجوہات کی بنا پر :

(ا) بخاری، ابوداؤد اور کتاب الام نے صرف اِسی روایت پر بھروسہ کیا ہے۔

(ب) اِس روایت کو سب نے بیان کیا اور باب میں پہلے ذکر کیا کسی نے ترک نہیں کیا۔

(ج) یہ ظاہر ہے جس روایت کو سب ذکر کریں وہ اَقوی اور راجح ہوگی۔

(د) روایتِ اسود کو مسلم اور نسائی نے ذکر کیا وہ بھی بطورِ مؤید کے۔

(ہ) روایتِ ابوعبیدہ کو صرف نسائی اور ابن ماجہ نے بطورِ مؤید روایتِ ہشام کے ذکر کیا

(و) روایتِ ابوسلمہ کو صرف نسائی نے بطورِ مؤید کے ذکر کیا۔

(ز) روایتِ ہشام نے صحاح میں درج ہونے تک شہرت حاصل کر لی تھی۔ صحاح خمسہ میں یہ روایتِ ہشام براہِ راست اُن کے ۱۳ تلامیذ سے منقول ہے۔

(ح) روایتِ اسود اَسود سے معاویہ تک واحد عن واحد ہے۔ روایتِ ابوعبیدہ ابوعبیدہ سے ابن ماجہ تک واحد عن واحد ہے۔ اِسی طرح نسائی تک واحد عن واحد ہے۔ اور روایتِ ابوسلمہ نسائی تک واحد عن واحد ہے۔ ابوسلمہ سے نسائی تک ۶ راوی ہیں، یہ سند ویسے بھی مجروح ہے۔

۱۸۔ آپ نے اَصل اور متابع کے سلسلے میں لکھا ہے کہ ''ابوبکر نے مصنف میں صرف ابومعاویہ کی روایت کو لیا ہے اُن کے نزدیک یہی اَصل ہے اِس کی تائید **اسرائیل عن الاعمش** سے ہوتی۔''

اِس کے متعلق یہ عرض ہے کہ ہم نے اپنے استناد کو صحاح ستہ تک محدود رکھا ہے۔ اِس لیے یہ استدلال ہم پر لاگو نہیں ہے مگر بحث کو پورا کرنے کے لیے ہم تسلیم کر لیتے ہیں۔

ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ ابوبکر بن شیبہ روایتِ ہشام کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے اور روایتِ ابومعاویہ عن الاعمش الی اسود کے بھی راوی ہیں یہ بھی مسلم میں ہے۔ اور مسلم نے پہلے ابوبکر کی ہشام والی روایت درج کی ہے جو علامتِ اقوی ہے اور تائید میں ابوبکر کی اسود والی روایت درج کی ہے۔ مسلم نے خود ابوبکر کی دونوں روایتوں میں فرق کر دیا ہے۔ نیز نسائی نے ابوبکر کے شیخ ابومعاویہ سے ہشام بن عروہ کی روایت کو اپنی کتاب میں پہلے نقل کیا ہے پھر تائید میں ابومعاویہ ہی سے **ابو معاویه عن الاعمش الی اسود** والی روایت بیان کی ہے۔ نسائی نے بھی اَسود کی روایت کو تائیدی درجہ دیا ہے۔

۱۹۔ اِس بیان کی روشنی میں ابوبکر کا اپنا انتخاب دُوسرے درجے کی روایت کا انتخاب ہے۔ چونکہ ابوبکر کے طبقۂ عاشرہ میں بلکہ اُن کے شیخ ابومعاویہ کے طبقۂ ثانیہ میں روایتِ ہشام مشہور ہو چکی تھی اِس لیے اِس روایت کو اَب کسی دُوسرے درجے کی سند سے لے آنا بھی کافی تھا۔ اِس لیے اُنہوں نے اپنی انفرادیت کو ظاہر کرنے کے لیے صرف اسود کی روایت **ابو معاویه عن الاعمش** کو کافی خیال کیا۔ بایں ہمہ صحاح خمسہ کو مصنف پر ترجیح حاصل ہے اور یہ مسلمات میں سے ہے۔ نیز **ابو معاویه عن الاسود** سند سافل ہے

اور **هشام بن عروہ** والی سند عالی ہے علوِ سند سے متصف ہے۔

۲۰۔ **اسرائیل عن الا عمش** والی روایت کو جو ابنِ سعد میں ہے، آپ کا **ابو معاویہ عن الا عمش** والی کا متابع اوّل فرمانا اور **مالک بن سعیر عن الا عمش** کو جو معارف بن قتیبہ میں ہے، مزید روایت ابو معاویہ کا مؤید قرار دینا میرے لیے محلِ تعجب ہے۔ جب آدمی کسی بات کو ثابت کرنے پر تل جاتا ہے اِسی قسم کے استدلال کا سہارا لیتا ہے۔

۲۱۔ محترم! معارف ابن قتیبہ اِس علمی استدلال میں کام آنے والی کتاب نہیں ہے۔

اوّل تو میری تصریح کے مطابق میں نے اپنے استدلال کو صحاح تک اَور دارمی، کتاب الام اور مسندِ امام احمد تک محدود رکھا ہے۔ پھر معارف تو ویسے بھی مختلف فیہ کتاب ہے۔ دُوسرے درجے کی تاریخی کتابوں میں شمار ہوتی ہے۔

مؤید **اسرائیل عن الا عمش** کے متعلق بھی اوّل یہی عرض ہے کہ یہ حوالہ میری تصریح سے باہر کا حوالہ ہے۔ مگر اِس پر تفصیلی گفتگو کرنا چاہتا ہوں کیونکہ تفصیل میں کئی گوشے میرے مفید مطلب سامنے آئیں گے۔ **وباللّٰہ التوفیق**۔

آپ نے ابنِ سعد سے یہ روایت نقل کی ہے مگر اِس روایت کے پہلے راوی کو ترک فرما دیا جو جانِ سند ہے یعنی **محمد بن عمر واقدی**۔ (جاری ہے)

۞ ۞ ۞

فرض نماز کے بعد پڑھا جانے والا وظیفہ

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر کہتا ہے جنکی مجموعی تعداد ننانوے ہوتی ہے پھر سو کے عدد کو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ **لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ** کہتا ہے تو اُس کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگر چہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ (مسلم شریف ج ۱ ص ۲۱۹)

''الحامد ٹرسٹ'' نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد واخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب ویکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدس رحمۃ اللہ علیہ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط وکتابت [۱]

۲۲۔ ابن سعد ایک عمدہ کتاب ہے بہت عمدہ نکتے اِس میں مل جاتے ہیں بہترین روایات بھی اِس کتاب میں موجود ہیں یہ متقدمین سے ہیں خود ابن سعد قابلِ اعتماد ہیں نقل میں دیانت سے کام لیتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ روایات پیش کرتے ہیں۔ مگر چونکہ یہ کاتبِ واقدی تھے اِس لیے اِس کتاب میں کم اَز کم چوتھائی روایات واقدی سے ہیں۔ یہ تائیدی روایت بھی محمد بن عمر واقدی سے ہے۔

مختصراً تو اِتنا ہی کافی ہے کہ یہ واقدی کی روایت ناقابلِ اعتبار ہے۔ مگر میں اِس لیے تفصیل دے رہا ہوں کہ اِس روایتِ تزوج میں رُواۃِ مابعد نے وہی ہنر مندی برتی ہے جو واقدی کا ہنر تھا یعنی وضعِ اَسانید۔

کسی مضمونِ روایت کے لیے جو کسی خاص راوی سے منقول ہو دُوسری اَسانید مہیّا کرنا اور مضمونِ روایت ثابت شدہ کو دیگر اَسناد پر......کر دینا۔ مختلف رُواۃ کی مختص اسناد سے کسی مضمونِ روایت کو چسپاں کرنا

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط وکتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح ورُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط وکتابت کو دیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

تا کہ روایت میں استحکام اور تعدد پیدا ہو جائے۔ چونکہ روایت اپنی اصلی سند سے معلوم ہوتی ہے اِس لیے اِس مضمون کو نئی سند سے قبول کرنے میں تردد نہیں ہوتا۔ ایک نئی سند سے مضمون سامنے آتا ہے۔

اور اِس خاص سند سے راوی کی انفرادیت ظاہر ہوتی ہے۔ نئی سند سے اِس روایت کے دریافت کرنے کا سہرا اُس کے سر ہوتا ہے۔ اور اِس روایت پر اُس کی اجارہ داری قائم ہوتی ہے۔ اور علمی دُنیا میں ایک نئی روایت کا معلوم سند سے اضافہ ہو جاتا ہے۔ علماءِ نقدِ رُواۃ کے اِس فعل کو وضع اَسانید سے تعبیر کرتے ہیں۔

۲۳۔ علماءِ نقد نے اِسے راوی کا بہت بڑا عیب شمار کیا ہے جیسا کہ تہذیب کی نشان زدہ عبارات سے ظاہر ہے۔ عبارات تہذیب التہذیب رقم ۶۰۴ محمد بن عمر الواقدی۔

۱. قَالَ زَكَرِيَّا بْنُ يَحْيَ السَّاجِيْ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ قَاضِيْ بَغْدَادَ مُتَّهَمٌ .... اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ لَمْ يَزَلْ يُدَافِعُ اَمْرَ الْوَاقِدِيُّ حَتّٰى رَوٰى عَنْ مَعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ نبهان عَنْ اُمِّ سَلِمَةَ حَدِيْث اَفَعَمْيَانَانِ اَنْتُمَا فَجَاءَ بِشَيْءٍ لَاحِيْلَةَ فِيْهِ وَالْحَدِيْثُ حَدِيْثُ يُوْنُسَ لَمْ يَرْوِ غَيْرُهُ.

۲. اِمَامُ اَحْمَدَ كَيْفَ تَسْتَحِلُّ اَنْ تَكْتُبَ عَنْ رَجُلٍ رَوٰى عَنْ مَعْمَرٍ حَدِيْثَ نبهان وَهٰذَا حَدِيْثُ يُوْنُسَ تَفَرَّدَ بِهٖ

۳. وَقَالَ الْبُخَارِيُّ الْوَاقِدِيُّ مَدَنِيٌّ سَكَنَ بَغْدَادَ مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ تَرَكَهُ اَحْمَدُ وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَابْنُ نُمَيْرٍ كَذَّبَهُ اَحْمَدُ وَقَالَ الْوَاقِدِيُّ كَذَّابٌ .

۴. يَحْيَ بْنُ مُعِيْنٍ "ضَعِيْفٌ لَيْسَ بِشَيْءٍ" "كَانَ يُقَلِّبُ حَدِيْثَ يُوْنُسَ وَيُغَيِّرُهُ عَنْ مَعْمَرٍ".

۵. قَالَ الشَّافِعِيُّ فِيْمَا اَسْنَدَهُ الْبَيْهَقِيُّ "كُتُبُ الْوَاقِدِيِّ كُلُّهَا كِذْبٌ".

۶. قَالَ النَّسَائِيُّ فِي الضُّعَفَاءِ " اَلْكِذْبِيُّوْنَ الْمَعْرُوْفُوْنَ بِالْكَذِبِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَرْبَعَةٌ اَلْوَاقِدِيُّ بِالْمَدِيْنَةِ "......اِلٰى آخِرِهٖ .

قَالَ اَبُوْدَاوُدَ " لَا اَكْتُبُ حَدِيْثَهُ وَلَااُحَدِّثُ عَنْهُ مَا اَشُكُّ اَنَّهُ كَانَ يَفْتَعِلُ الْحَدِيْثَ".

قَالَ بَنْدَارٌ "مَا رَأَيْتُ اَكْذَبَ مِنْهُ".

قَالَ اِسْحٰقُ ابْنُ رَاهُوَيْهِ " وَهُوَ عِنْدِىْ مِمَّنْ يَّضَعُ " قَالَ الشَّافِعِيُّ " كَانَ بِالْمَدِيْنَةِ سَبْعُ رِجَالٍ يَضَعُوْنَ الْاَسَانِيْدَ اَحَدَهُمُ الْوَاقِدِيُّ ".

اَبُوْزُرْعَةَ " مَتْرُوْكُ الْحَدِيْثِ " اَبُوْحَاتِمٍ " كَانَ يَضَعُ" قَالَ الذَّهْبِيُّ "اِسْتَقَرَّ الْاِجْمَاعُ عَلٰى وَهْنِ الْوَاقِدِيِّ".

واقدی اِس قسم کی وضع کا ماہر ہے اور دُوسرے رُواۃ بھی اِس پر عمل کرتے ہیں یہ اسرائیل عن الاعمش سے اِس مضمونِ روایتِ ہشام کو متعلق کرنا واقدی کا کام ہے۔ اِس لیے میں نے اِس روایت کو درخورِ اعتناء خیال نہیں کیا۔

عرض یہ ہے کہ وہ سند جسے آپ متابع روایت ابومعاویہ فرمارہے۔ ابومعاویہ عن الاعمش ایسی سند نہیں ہے کہ تنہا روایتِ تزوج کے ثبوت کے بار کو برداشت کر سکے۔ یہ صفت روایتِ ہشام میں ہے۔ صحاح کے مصنفین کا اندازِ بیاں اِس کا مظہر ہے۔ اسی طرح ابوعبیدہ کی روایت تنہا اِس بارِ ثبوت کو برداشت نہیں کر سکتی کوفے میں طبقۂ ثانیہ تک اِن روایتوں کی عدمِ مقبولیت اِس کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

اصل اَور متابع میں یہی فرق ہے کہ اصل میں اکیلی سند کافی ہے اور متابع میں اکیلی سند کافی نہیں ہوتی۔ بخاری کے نزدیک بہت سے راوی ایسے ہیں کہ اُن سے اصل میں روایت نہیں لیتے متابعۃً لے آتے ہیں۔ آپ فرمائیں گے تو مثالیں بھی لکھ دُوں گا۔

روایات میں متابع دوم روایت ابومعاویہ عن الاعمش معارف ص ۵۹ .... مہربانی فرما کر معارف کا یہ صفحہ سامنے رکھ کر میری گزارشات پر غور فرمائیں۔

اِس روایت کے پہلے راوی ابومحمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ رجالِ حدیث میں سے نہیں ہیں۔ کتبِ رجال میں اُن کا تذکرہ نہیں ہے۔ یہ تاریخی کتاب ہے اور یہ معلوم ہے کہ تاریخی روایات کی اتنی چھان بین نہیں ہوتی۔ تاریخ میں دُوسرے اور تیسرے درجے کی روایات کو عام طور پر قبول کر لیا جاتا ہے۔ یہ روایتیں محدثین کی کڑی جرح وتعدیل کی متحمل نہیں ہو سکتیں اِس لیے اِن میں تسامح سے کام لیا جاتا ہے۔

ابنِ قتیبہ کے دور میں روایتِ تزوج مشہور ہو چکی تھی بغیر حوالے کے بھی ذکر کرنا کافی تھا چنانچہ اِس

روایتِ اسود سے چند سطریں اُوپر بغیر کسی حوالے کے حضرت عائشہ کے نکاح کا قصّہ بیان کیا ہے اور اپنے اِس بیان کو اِس روایت سے مؤید کرنے کی کوشش کی لیکن جرح وتعدیل کے نقطۂ نظر سے یہ روایت ساقط الاعتبار ہے۔

ایک متابع روایت کے اَور متابع ہونے کے تو کوئی معنی ہی نہیں ہیں۔ خود متابع ابومعاویہ میں بھی یہ سکت نہیں کہ اِس باب میں اکیلی سند کافی ہو سکے۔ ابومعاویہ نے بھی دونوں روایتیں اکٹھی بیان کی ہیں یعنی ہشام کی روایت کو بھی بیان کیا اور اعمش کی روایت کو بھی بیان کیا۔ مگر ہشام کی روایت کو اِسی طبقۂ ثانیہ کے آٹھ اور کوفی حفاظ بھی بیان کرتے ہیں۔ اِس لحاظ سے روایتِ ہشام اُن کے دور میں مشہور ہو چکی تھی اور روایتِ اعمش کو اپنے طبقے میں وہ اکیلے بیان کرنے والے ہیں اِس لیے بعد کے محدثین نے اسے بطورِ متابع قبول کر لیا

ابوبکر نے اپنی کتاب مصنف میں اگر صرف یہ روایت لی ہے تو اُس کی پشت پر بھی ہشام کی مشہور روایت ہے کیونکہ ابوبکر خود بھی روایتِ ہشام کے راوی ہیں جیسا کہ مسلم میں ہے۔ نیز اُن کے دور میں یہ روایت مشہور ہو چکی تھی۔ یہ شہرت کے وجہ سے ثبوت سند سے مستغنی ہو چکی تھی۔ اس کی شہرت کا پختہ ثبوت تو طبقۂ ثانیہ کے ۱۲ کوفی وبصری حفاظ نے پیش کر دیا تھا اِس لیے ناقص سند سے پیش کر دینا بھی کافی تھا۔

اَب خاص طور پر اِس سند کے متعلق یہ عرض کہ خود ابن قتیبہ محدث نہیں ہیں نقد حدیث سے نابلد ہیں۔ ابوالخطاب بصری۔ ان کی وفات اور اِن کے شیخ کی وفات میں کم اَزکم ۵۵ سال کا فرق ہے تو سماع میں بھی اتنا فرق ہے۔ دیکھئے تہذیب۔ معلوم نہیں کیا کہا کیا یاد رکھا۔

۳۔ مالک بن سعید خود قابل برداشت راوی ہیں۔ بخاری میں متابعۃً شاید کوئی روایت آتی ہو۔

۴۔ یہ روایت اسود صحاح خمسہ میں اعمش تک عنعن سے ہے اور ابومعاویہ سے حدثنا اور اخبرنا سے ہے۔ آپ نے جو ابنِ سعد سے واقدی کا متابع لکھا ہے اُس میں بھی عن الاعمش ہے۔ مگر اِس روایتِ ابنِ قتیبہ میں حدثنا عن الاعمش ہے یا ابن قتیبہ نے غلطی کی یا اُن سے اُوپر کے راویوں میں سے کسی نے غلطی کی ہے۔ پھر الفاظِ روایت پر غور فرمایئے۔ '' **تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ وَاَنَا بِنْتُ تِسْعَ سِنِیْنَ تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ وَکُنْتُ عِنْدَہٗ تِسْعًا** '' یہ **تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ** کہنے والے کون سے راوی ہیں۔ کیونکہ جو روایت صحاح میں منقول ہے اُس میں تو یہ الفاظ نہیں ہیں۔ دُوسری کتابوں کی روایات میں بھی نہیں ہیں۔ پھر یہ حضرت عائشہؓ کے

ترجمانی کرنے والے کون ہیں؟ اور اگر اُس میں سے تُرِیْدُ دَخَلَ بِیْ کو نکال دیا جائے تو اِس روایت کا مطلب ہے کہ ۹ سال کی عمر میں نکاح کیا اور ۹ سال آپ کے پاس رہیں۔ یعنی ۲رہجری میں نکاح کیا تو یہ ایسے مضمون کی روایت ہے جو سب سے الگ ہے اَسود کی معروف روایت کے خلاف ہے۔ اِس حالت میں یہ کسی کی بھی متابع نہیں ہے۔

سفیان بن عیینہ کے بارے میں آپ نے جو طویل بحث فرمائی ہے وہ غیر متعلق ہے مگر چونکہ غیر واقعی بھی ہے اور توہین ابن عیینہ اور توہین عیینہ پر مشتمل ہے۔ اِس لیے عرض ہے۔ ''آپ نے خود فرما دیا کہ سفیان تعلماً و تعلیماً غیر کوفی ہیں اور ابتداء ہی سے وہ کوفے سے چلے گئے تھے اِس لیے وہ مکی ہیں اور سند امام شافعی کی روایت مکی ہے کوفی نہیں ہے اور سفیان کا اِس روایت کو مدینہ میں سننا راجح ہے۔''

رواۃ کے متعلق کتبِ رجال میں مختلف قسم کے اقوال درج ہوتے ہیں۔ صورت یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص اپنی مفید مطلب عبارتیں اَخذ کر لیتا ہے اور باقی کو ترک کر دیتا ہے الا ماشاء اللہ۔ آپ نے بھی اِسی پر عمل کیا۔

تہذیب التہذیب رقم ۲۰۵ ''سُفْیَانُ بْنُ عُیَیْنَۃَ بْنِ اَبِیْ عِمْرَانَ مَیْمُوْنِ الْھِلَالِیُّ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْکُوْفِیُّ سَکَنَ مَکَّۃَ وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃُ ھُوَالْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ '' اِس عبارت میں یہ صراحت ہے کہ سفیان کوفی ہیں پھر مکے میں سکونت اختیار کر لی تھی پھر صیغۂ تمریض قیل سے بیان کہ عیینہ مکی تھے ابن عیینہ کے متعلق مکی ہونے کا صیغہ تمریض سے بھی ذکر نہیں کیا۔ آپ نے پہلی عبارت چھوڑ دی قیل سے جملہ نقل کیا اَور ثابت یہ کیا کہ وہ مکی ہیں یہ کونسا اِستدلال ہے؟

تہذیب کی باقی عبارتوں سے مجھے کوئی تعرض نہیں کیونکہ اُن میں یہ ہے کہ زہری کے علوم کے سفیان ماہر ہیں اور عمر بن دینار کے علوم کے ماہر ہیں اور حجاز کی روایات کے محافظ ہیں۔ اِن عبارات سے اُن کے کوفی ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ تذکرۃ الحفاظ سے جو روایات نقل فرمائی ہیں اُس میں ہے ''طَلَبَ الْعِلْمَ فِیْ صِغَرِہٖ'' اِس سے کیسے معلوم ہوگیا کہ وہ کوفی نہیں تھے۔ ''وہ حجاز کے علوم کے ماہر تھے'' اِس سے کسے اِنکار ہے مگر اِس سے کیسے ثابت ہوا کہ وہ مکی تھے کوفی نہیں تھے۔

کفایہ نے جو عبارت امام احمد سے نقل کی ہے وہ ہے ''اَخْرَجَہٗ اَبُوْہُ اِلٰی مَکَّۃَ وَھُوَ صَغِیْرٌ فَسَمِعَ مِنَ النَّاسِ عَمْرَو بْنَ دِیْنَارٍ وَابْنَ اَبِیْ '' اِس سے اِتنا معلوم ہوا کہ بچپن میں اُنہیں اُن کے والد

نے تعلیم کے لیے مکے بھیج دیا تھا کیا اِس سے وہ مکی بن گئے؟ جن دو شیوخ سے سماع کیا ہے اُن میں سے ایک عمر بن دینار بصری ہیں معلوم نہیں اُن سے مکے میں سنا یا بصرے میں۔

شعبہ اور خود ابن عیینہ کی عبارات سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ''بچپن میں علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا'' اور ''عمر بن دینار اور زہری کے علوم کے ماہر ہیں'' یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ عمر بن دینار بصری اور زہری ۸۰ھ میں شام چلے گئے تھے اور آخر تک شام ہی میں رہے۔ اُن کی وفات بھی اُن کی جاگیر میں ہوئی جو حجاز اور فلسطین کی سرحد پر ہے وہیں سڑک کے کنارے دفن ہوئے۔ جو عبدالملک بن مروان کی اولاد کے اتالیق بن گئے تھے۔ ولید بن عبدالملک، سلیمان بن عبدالملک، یزید بن عبدالملک، ہشام بن عبدالملک، ولید بن یزید وغیرہ سب اِنہی زہری کے تلامیذِ ملوک ہیں۔ زیادہ سے زیادہ عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بچپن میں شام گئے اور بصرے گئے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ عیینہ جاہل اور امیر آدمی تھے۔ اپنے بیٹے کو سونے کے بُندے پہنائے ہوئے تھے اور بڑی عمر تک پہنائے رکھے تھے۔ خود ابن عیینہ، باوجود علم الروایہ حاصل کرنے کے سمجھ بوجھ سے عاری تھے۔ اور اُس دَور کے اساتذہ خصوصیت سے زہری اور عمر بن دینار دُنیادار عالم تھے کہ اُنہوں نے تلمیذ کو سونا پہننے اور زُلفیں بنانے سے نہ روکا۔ جس روایت سے اتنے مفاسد لازم آتے ہوں ضروری ہے ہم اُس پر غور کریں۔

غرض سفیان کوفی تھے کوفے میں اُن کا مکان تھا۔ اُن کے والد کوفے کے متموّل آدمی تھے۔ ابن عیینہ اپنی عمر کے ۵۳ سال کوفے میں رہے۔ یہ روایت ہشام بن عروہ اُنہوں نے کوفے میں سنی۔ جب سفیان کے طبقۂ ثانیہ میں ۸ اور حفاظ حدیث کوفی ہیں اور اِس روایتِ ہشام کے براہِ راست راوی میں نویں یہ سفیان بھی ہیں۔ اور اِسی طبقۂ ثانیہ کے چار حفاظِ حدیث اور بصرہ سے اِس روایتِ ہشام کے براہِ راست راوی ہیں۔ اَصل میں تو روایت ہشام بن عروہ کو اِن ۱۳ رُواۃ حفاظِ کوفی و بصری نے مشہور بنایا ہے۔ ورنہ اِس سے پہلے تو خبر واحد تھی۔ میں دُوسرے مقدمے میں اِس پر مفصل بحث کروں گا کہ رُواۃ ہشام بن عروہ جنہوں نے یہ روایت اُن سے کوفے و بصرے میں سنی اُن میں سفیان بن عیینہ بھی ہیں۔

مجھے تعجب ہے کہ آپ نے جوشِ اِستدلال میں سفیان بن عیینہ کو بچپن سے مکی ثابت کرنے کے لیے ناکافی مواد کو کافی خیال فرمایا اور پہلی عبارت کو چھوڑ کر تمریض کے صیغے قیل سے استناد کیا۔ تہذیب التہذیب

سفیان بن عیینہ کی آخری عبارت نظر سے اَوجھل رہی وہ یہ ہے ''وَجَزَمَ بْنُ صَلَاحٍ فِیْ عِلْمِ الْحَدِیْثِ بِاَنَّہٗ مَاتَ ثَمَانٍ وَ تِسْعِیْنَ وَمِأَۃٍ '' وَکَانَ انْتِقَالُہٗ مِنَ الْکُوْفَۃِ اِلٰی مَکَّۃَ سنہ ۱۶۳ھ فَاسْتَمَرَّ بِھَا اِلٰی اَنْ مَاتَ .

حاشیہ میں ہے ''فی التقریب وَلَہٗ اِحْدٰی وَتِسْعُوْنَ سَنَۃً'' یعنی ۱۶۳ھ سے اپنی وفات ۱۹۸ھ تک ۳۵ سال عمر کے آخری زمانے میں مکے ہی میں رہے۔ اِسی لیے حافظ علوم حجاز قرار پائے لیکن ہشام سے یہ روایت تزوج یقیناً سفیان نے مکے میں نہیں سنی بلکہ کوفے ہی میں سنی کیونکہ ہشام بن عروہ کی وفات عراق میں ۱۴۶ھ میں ہوئی اور اُن کی وفات کے سترہ سال بعد ۱۶۳ھ میں سفیان مکے میں آکر سکونت پزیر ہوئے۔

آپ کے آخری پیرے ''میرا مقصد یہ ہے کہ ..... الی آخرہ'' میں جو آپ نے فرمایا واقعہ کے لحاظ سے دُرست نہیں۔ آپ نے یہ فرمایا: ''حضرت عائشہؓ کی ہر روایت تزوج اپنی جگہ اَصل ہے اور ان سے سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہو سکتے''۔ آپ کا یہ اندازِ بیان مغالطہ آمیز ہے صورت یہ ہے کہ مختلف کتبِ حدیث میں مختلف اسناد سے روایتِ تزوج مذکور ہے۔ ہم نے تتبع سے اُنہیں جمع کرلیا اور آخر میں سب کو جمع کر کے ہم نے دیکھا کہ سب روایتوں میں کثیر تعداد اَسناد کے بعد صرف تین چار راوی اُن سے براہِ راست روایتِ تزوج بیان کرتے ہیں۔ روایتِ ہشام بن عروہ ہشام سے بیان کرنے والے مثلاً:

(مسلم میں)

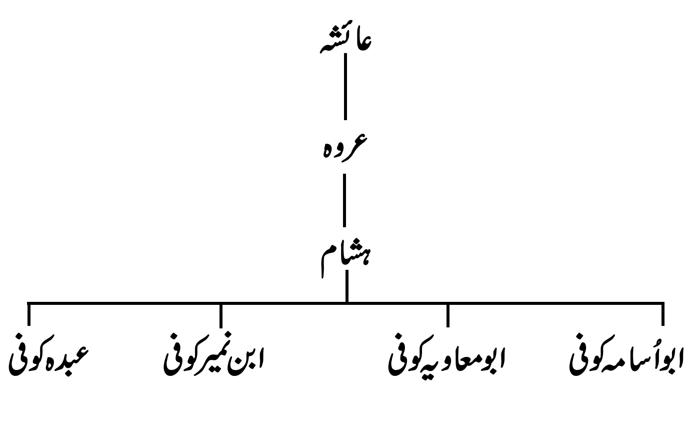

(بخاری میں)

عائشہ

عروہ

ہشام

ابواُسامہ کوفی علی بن مسہر کوفی سُفیان کوفی وہب بصری

اِسی طرح ابو داؤد ابن ماجہ اور نسائی میں۔ اِن سب کتب میں مصنّف سے اُوپر کے رُواۃ روایت تزوج میں ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ روایتِ تزوج ہشام حضرت عائشہؓ سے تو خبرِ واحد کے طور سے مذکور ہے۔ ہشام تک خبر واحد ہے، نیچے آکر تعدد ہو گیا ہے۔ ہر راوی کے اعتبار سے یہ علیحدہ خبر ہو گئی۔ اس طرح ایک روایت مصنّفین کے دور میں پچاس روایتیں بن گئیں۔ اَب اِس جگہ یہ ایک دُوسرے کے مؤید ہیں۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ابومعاویہ کی اسود والی روایت ابومعاویہ کی ہشام والی روایت کی مؤید ہے۔ اسی طرح ابوعبیدہ کی روایت کے آخری راوی کی روایت ہشام والی روایت کی مؤید ہے۔

پہلی روایت		دُوسری روایت
عائشہ		عائشہ
عروہ		اَسود
ھشام		ابراہیم
ابومعاویہ		اَعمش
		ابومعاویہ

شرح نخبۃ الفکر دیکھیے اِسی طرح مثالیں دی ہیں۔ صحاح میں تو ہر ایک صحابی کی روایت مستقل ہو گی۔ صحابی جرح وتعدیل سے وارء ہے لیکن صحابی سے تابعی کی روایت میں جرح وتعدیل جاری ہوتی ہے۔ اور اِسی

لیے روایت کے قوت و ضعف کا اِس پر انحصار ہوتا ہے۔

ایک صحابی سے کئی تابعین کی ایک روایت راوی کی صفات کے لحاظ سے مختلف ہوگی کوئی اَقوی ہوگی کوئی قوی کوئی صحیح ہوگی کوئی حسن ہوگی کوئی ضعیف ہوگی پھر جوں جوں رُواۃ کا سلسلہ بڑھتا جائے گا ہر طبقے کے راوی کے لحاظ سے ایک ہی صحابی کی روایت کی صفات بدلتی رہیں گی اور ایک راوی بھی کاذب سند میں شامل ہوگیا تو وہی روایت ساقط الاعتبار ہوجائے گی۔ اِس لیے آپ کا حضرت عائشہ کی روایت کے بارے میں یہ فرمانا اُن سے خود سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہوں گے۔ بہرصورت خلافِ واقعہ ہے۔ پہلے قدم پر بھی اور آخری قدم پر بھی۔ پہلے راوی کی روایت بھی اَصل اور متابع ہوسکتی ہے اَور آخری راوی کی روایت بھی اَصل اور متابع ہوسکتی ہے۔ اَصل اور متابع کا مدار سند ہے۔ سند قوی ہے تو اَصل ہے سند کمزور ہے تو متابع اور مؤید ہے۔

آپ نے اِس روایتِ تزوج کے حضرت عائشہ سے براہِ راست سات رُواۃ کے سماع کا ذکر کیا ہے اور لفظوں میں لکھا ہے آٹھ شمار ہوں گی۔ مثلاً اَسود عن عائشہ۔ عروہ عن عائشہ۔ ابوعبیدہ عن عائشہ۔ یہ تینوں روایتیں صحاح خمسہ میں مذکور ہیں۔ مصنفین نے اِنہیں ذکر کر کے اَصل اور متابع کو ظاہر کیا ہے۔ بعض نے صرف ایک روایت کو لیا ہے۔ اُن کے نزدیک وہی اَصل ہے۔ بعض نے دو کا ذِکر کیا ہے۔ اُن کے نزدیک پہلی اَصل ہے اور دُوسری متابع ہے۔

یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ یہ تینوں روایتیں کوفی ہیں۔ اَسود ابوعبیدہ کوفی ہیں اُن کے نیچے کے رُواۃ کوفی ہیں۔ روایتِ ہشام کے رُواۃ اُن سے براہِ راست نقل کرنے والے ۹ کوفی ہیں اور حفاظِ حدیث ہیں۔ روایتِ ہشام کے اقوی ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے۔ اِس روایتِ تزوج پر غور کرنے کا ایک پہلو یہ بھی ہے۔ معتبر کتبِ حدیث میں یہ روایت سب سے پہلے

(ا) مصنف عبد الرزاق ۲۱۱ھ میں آئی مگر اُس کتاب میں مرسل عروہ ہے یعنی حضرت عائشہ کے متعلق ایک قول تابعی ہے حضرت عائشہ سے منقول نہیں۔

(ب) پھر امام شافعی کی کتاب الام میں ہشام بن عروہ کی روایت موصول ہوکر آئی۔ یہ امام ہیں اکیلے ہی دُوسرے رُواۃ پر بھاری ہیں۔

(ج) پھر یہی روایتِ ہشام بن عروہ دارمی، بخاری اور ابوداؤد میں آئی۔

صحاحِ ستہ میں سے بخاری میں ۲۵۶ھ تک یہی روایت سامنے آئی۔ پھر مسلم میں اُس کے ساتھ ابو معاویہ سے اَسود کی روایت بھی ۲۶۱ھ میں آئی۔ یہ بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ مسلم نے ابو بکر سے پندرہ سو روایتیں بیان کی ہیں، روایتِ تزوج بھی انہوں نے ابو بکر سے لی ہے مگر ہشام والی روایت کو قبول کیا اور ابو بکر کی اَسود والی روایت کو اُن سے نہیں لیا۔ مسلم کے سامنے ابو بکر کی دونوں روایتیں تھیں: ابو بکر، ابو اُسامہ، ہشام، عروہ اَور ابو بکر، ابو معاویہ، اَعمش، ابراہیم اور اَسود۔ امام مسلم نے پہلی روایت کو منتخب کیا اور اَسود کی روایت ابو معاویہ سے دُوسرے راوی سے قبول کی حالانکہ مصنف ابن ابی شیبہ اُن کے سامنے تھی اور آپ کے بقول اُس میں صرف ابو معاویہ کی روایت ہے اُسے مسلم نے اِن سے قبول نہیں کیا۔

واقعے کے لحاظ سے کتاب الام کی روایت ہشام کے بعد مصنف ابو بکر میں ابو معاویہ اَسود والی روایت سامنے آئی پھر مسندِ امام احمد میں روایتِ ہشام اور روایتِ اَسود مذکور ہیں۔ اِس لحاظ سے صرف دو سندیں معتبر ہوئیں: روایتِ ہشام اور روایتِ اَعمش۔

محدثین کے ہاں سندِ عالی کا بڑا اہتمام کیا جاتا ہے۔ ثنائیات، ثلاثیات، رُباعیات وغیرہ۔ بخاری کی ثلاثیات کو خاص اہمیت دی جاتی ہے سندِ نازل کے مقابلے میں سندِ عالی کو۔ بشرطیکہ کوئی راوی مجروح نہ ہو۔ ترجیح دی جائے گی۔

طبقۂ ثانیہ میں جہاں یہ روایت شہرت کو پہنچی ہشام کی سند عالی ہے اور اَسود کی سند نازل ہے۔ مثلاً ابو معاویہ، ہشام، عروہ، عائشہ۔ ابو معاویہ، اَعمش، ابراہیم، اسود، عائشہ۔ پہلی روایت میں حضرت عائشہ تک ایک واسطہ کم ہے اور دُوسری میں ایک راوی زیادہ ہے۔

وضاحت:

(مسلم) اَبُوْ بَکْرٌ، اَبُوْ اُسَامَۃُ، ھِشَامٌ، عُرْوَۃُ، عَائِشَۃؓ.

(مسلم) اَبُوْ کُرَیْبٌ، اَبُوْ مُعَاوِیَۃُ، اَعْمَشُ، اِبْرَاھِیْمُ، اَسْوَدُ، عَائِشَۃؓ.

غرض سب کے قبول کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ یہ سند عالی ہے اور اَسود والی روایت کی سند نازل ہے۔ دُوسری وجہ اَسود والی روایت کے ابراہیم کے نیچے کے بعض راوی مجروح ہیں۔ امام شافعی سے ۲۰۴ھ سے لے کر نسائی ۳۰۳ھ دو روایتیں مروی ہیں: ایک اعلیٰ ہشام والی اور دُوسری اَدنیٰ اَسود والی۔

مصعب بن سعد عن عائشہ :

یہ سند آپ نے ابن سعد ص ۶۰ سے لی ہے سند یہ ہے :

''اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَھَّابِ نَا اِسْرَائِیْلُ عَنْ اَبِیْ اِسْحَاقَ عَنْ مَصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ مِثْلَہٗ''.

اِس پوری سند میں حضرت عائشہ ؓ کا نام نہیں ہے۔ اِس لیے یہ مرسلِ مصعب ہے۔ چونکہ روایت میں کوئی مضمون نہیں ہے ہر مضمون کی سند کے بعد مثلہ رکھا جا سکتا ہے۔

اس لیے اِس مہمل روایت سے تو کوئی استدلال ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر آپ نے یہ کرم فرمایا کہ اس میں اپنی طرف سے عن عائشہ ؓ اضافہ فرمالیا۔ کتاب میں نہیں ہے۔

روایت عبداللہ بن عروہ عن عائشہ :

یہ سند بھی آپ نے ابن سعد سے نقل کی ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن عروہ بہت عمدہ روایت ہے۔ مگر آپ نے سند دیکھ کر نقل کر دی حالانکہ عبداللہ بن عروہ کی حضرت عائشہ سے کوئی روایت منقول نہیں ہے۔ یہ عروہ کے بڑے فاضل لڑکے تھے ہشام سے پندرہ سال بڑے ہیں۔ تہذیب التہذیب نے اِن صحابہ کے نام لکھ دیئے ہیں جن سے یہ روایت بیان کرتے ہیں۔ اُن میں حضرت عائشہ ؓ کا نام نہیں ہے۔ اِس لیے اِس صورت میں یہ سند ناقص ہے۔ یہ اپنے باپ عروہ سے روایت نقل کرتے ہیں تو اِس سند میں یا عن عروہ رہ گیا ہے یا عبداللہ عن عروہ عن عائشہ تھا یہاں عن کی جگہ ''بن'' لکھا گیا دونوں صورتوں میں یہ نسخ کی غلطی ہے۔ وکیع کی سند میں جو ابن سعد میں ص ۴۰ پر ہے۔ اور مسلم میں اِس روایت کی سند میں عن عروہ عن عائشہ ہے۔

میں مدتوں اِس سند پر غور کرتا رہا۔ ضرورت یہ پیش آئی کہ بخاری شریف میں سفیان سے روایتِ تزوج منقول ہے بخاری اور سفیان کے درمیان محمد بن یوسف ہے محمد بن یوسف استاتذہ بخاری میں دو ہیں۔ محمد بن یوسف بیکندی۔ جن سے ابتداء میں بخاری نے روایات لی ہیں دُوسرے محمد بن یوسف فریابی۔ سند میں کوئی قید نہیں ہے۔ روایتِ تزوج میں حافظ ابن حجر نے بتلایا کہ اِس سند میں محمد بن یوسف سے مراد فریابی ہیں پھر اِس سے اُوپر سند میں سفیان ہیں۔

اِس میں حافظ ابن حجر کی تصریح ہے کہ سفیان سے مراد ثوری ہیں۔ اسی لیے مطبوعہ بخاری شریف میں محمد بن یوسف کے بعد قوسین میں (فریابی) اور سفیان کے بعد (ثوری) لکھا گیا۔ مگر بوجوہ میں یہ خیال کرتا تھا

کہ حافظ ابن حجر کی یہ قید اپنی طرف سے ہے۔

اگر محمد بن یوسف سے مراد بیکندی ہوں تو اُن کی سفیان ثوری سے کوئی روایت نہیں ہے اور اگر فریابی مراد ہوں تو اُن کی روایت سفیان بن عیینہ سے بھی ہے اور سفیان ثوری سے بھی ہے۔ بلکہ سفیان ثوری کے مخصوص تلامیذ میں سے ہیں۔ لیکن سفیان بن عیینہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ۱۶۳ھ سے مکے شریف میں مقیم ہوگئے تھے اُس کے بعد جو بھی حج یا عمرہ کے لیے مکہ گیا اُس نے ضرور اُن سے روایت کا سماع کیا۔ اِس سے پہلے بھی وہ ہر سال حج کے لیے جاتے تھے۔

زندگی میں ۷۰ حج کیے اِس لیے طُلَّابِ روایات اُن سے استفادہ کرتے تھے۔ امام شافعی نے بھی وہیں سماع کیا۔ میں نے اِس سلسلہ میں مزید چھان بین کے لیے رحلاتِ امام بخاری کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ کہ امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں پہلا سفر حرمین کا کیا دو سال وہاں رہے تاریخ ....اُسی زمانے میں لکھی پھر ۲۱۲ھ میں کوفے گئے۔ فریابی فریاب سے اُٹھ کر قیساریہ میں جو ساحل شام پر فلسطین کا ایک قصبہ تھا وہاں آباد ہوگئے تھے۔ چونکہ عمر زیادہ ہوگئی تھی اِس لیے آخر میں سفر سے رہ گئے تھے۔ یہی وجہ ہے امام احمد آخر میں اُن سے ملنے گئے حمص سے آگے بڑھے تو معلوم ہوا کہ اُن کی وفات ہوگئی امام احمد واپس حمص میں آگئے۔ محمد بن یوسف فریابی کی وفات ۲۱۲ھ میں قیساریہ میں ہوئی۔

امام بخاری اِن کے وفات کے بعد قیساریہ گئے اُن کے ورثا سے اُن کے اَمالی لے آئے۔ مجھے صراحۃً کہیں نہیں ملا کہ امام بخاری اُن سے ملے ہیں۔ صحاح خمسہ کے مصنفین محمد بن یوسف فریابی کی روایات امام احمد کے واسطے سے ذکر کرتے ہیں۔ کیونکہ محمد بن یوسف کی وفات کے وقت یہ سب بچے تھے لیکن امام بخاری اُن سے براہِ راست بھی روایت نقل کرتے ہیں۔

بہر حال چونکہ امام بخاری کے نزدیک لقاءِ راوی مرۃً شرط ہے اور اِن روایات کا حاصل کرنا وِجادتاً ہے اِس لیے میں یہی خیال کرتا ہوں کہ اِس روایتِ تزوج میں محمد بن یوسف سے مراد محمد بن یوسف بخاری بیکندی ہیں اور سفیان سے مراد سفیان بن عیینہ ہیں۔ اور ثوری روایتِ تزوج کے راوی نہیں ہیں۔ جن روایات میں سفیان بغیر قید کے آتا رہا میں اُس کے نیچے کے رُواۃ کو غور سے دیکھتا رہا۔ اس روایت عبداللہ بن عروہ میں سفیان بلا قید مذکور ہے۔ سند ہے :

اَخْبَرَنَا وَكِيْعُ بْنُ الْجَرَّاحِ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَوَّالٍ وَبَنٰی فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَاءِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ كَانَ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ اَنْ تَدْخُلَ نِسَائَهَا فِیْ شَوَّالٍ (ابن سعد جلد۸ ص۴۰)

پھر اِس سے اگلے صفحے ۴۱ پر یہی سند اور یہی روایت لوٹائی گئی۔ اِس میں وکیع کے بجائے تین اور حفاظِ حدیث ہیں اور مضمونِ روایت میں کچھ تفصیل ہے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اِن حفاظ نے یہ روایت سفیان سے کہاں سنی اور کس سن میں سنی۔ روایت ملاحظہ ہو:

'' اَخْبَرَنَا اَبُوْعَاصِمِ النَّبِيْلُ الضَّحَّاكُ بْنُ مخلد وَالْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَسْدِیُّ قَالُوْا ثَنَا سُفْيَانُ عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ اُمَيَّةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَزَوَّجَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِیْ شَوَّالٍ وَاَدْخَلْتُ عَلَيْهِ فِیْ شَوَّالٍ فَاَیُّ نِسَائِهٖ كَانَ اَحْظٰی عِنْدَهٗ مِنِّیْ وَكَانَتْ تَسْتَحِبُّ اَنْ تَدْخُلَ نِسَائَهَا فِیْ شَوَّالٍ'' قَالَ اَبُوْعَاصِمٍ '' اِنَّمَا كَرِهَ النَّاسُ اَنْ يَّدْخُلُوا النِّسَاءَ فِیْ شَوَّالٍ لِطَاعُوْنٍ وَقَعَ فِیْ شَوَّالٍ فِی الزَّمَنِ الْاَوَّلِ '' ''قَالَ اَبُوْعَاصِمٍ اَخْبَرَنَا سُفْيَانُ هٰذَا الْحَدِيْثَ سَنَةَ سِتٍّ وَاَرْبَعِيْنَ وَمِأَة بِمَكَّةَ فِیْ دَارِ الْحَسَنِ بْنِ وَهْبِ الْجُمْحِیِّ''.

اِس سند میں واضح کر چکا ہوں کہ نسخ ہوا ہے۔ یہی روایت اِسی سند سے مسلم میں بھی آئی ہے۔ اُس میں عبداللہ بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ ہے۔ وکیع کی سند میں عن عروہ ہے اِس روایت سے واضح ہے کہ ہجرت سے پہلے شوال میں نکاح ہوا اور ہجرت کے بعد آنے والے شوال میں رُخصتی ہوگئی۔ نکاح کے بعد ہجرت ہوگئی تھی اور اُس کے ۷ ماہ بعد شوال میں رُخصتی ہوگئی، نکاح اور رُخصتی میں ایک سال کا فرق ہے۔

یہ روایت کا فطری انداز ہے۔ عمر کا ذکر ہے ہی نہیں۔ لیکن یہ روایت ہشام کی روایت کے خلاف ہے اُس میں نکاح اور بناء میں تین سال کا فرق ہے۔ روایتِ ہشام میں رُخصتی ۲ھ میں غزوہ بدر کے بعد ہے۔ اس روایت میں رُخصتی ۱ھ ہجری ہے۔ شوال میں ہے۔ بدر سے ایک سال پہلے اور اِس طرح معیت

دس سال بنتی ہے۔

اِس روایتِ سفیان میں سفیان سے نقل کرنے والے الفضل بن دکین کوفی ۲۱۸ھ محمد بن عبداللہ الاسدی کوفی ۲۰۳ھ ابو عاصم النبیل بصری ۲۱۲ھ سب طبقۂ تاسعہ کے رُواۃ ہیں۔ انہوں نے یہ روایت بقول النبیل مجتمعاً مکہ میں سفیان سے ۱۴۶ھ میں سنی۔ اور الحسن بن وھب جمحی کے مکان میں سنی اُس زمانہ میں مکہ میں مشہور جگہ ہوگی۔ وکیع بن جراح کوفی ۱۹۷ھ کی روایت میں اگر چہ تصریح نہیں ہے مگر خیال ہے اُنہوں نے وہیں سنی ہوگی۔ غالباً حج کے ایام میں سنی ہوگی کیونکہ اِس موقع پر لوگ جمع ہوئے ہیں۔

اِس روایت میں سفیان سے مراد دونوں ہو سکتے ہیں دونوں کوفی ہیں دونوں جلیل القدر محدث ہیں دونوں مرجع خلائق تھے۔ یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ رُواۃ بھی کوفی ہیں صرف ایک بصری ہیں۔ اور مروی عنہ بھی کوفی ہے۔ مگر اَخذ روایت کا مقام مکہ ہے۔ میرے نزدیک اِس روایت میں سفیان سے مراد سفیانِ ثوری ہیں۔ اِس صورت میں یہ سند عالی ہوجاتی ہے۔ کیونکہ سفیانِ ثوری طبقہ سابعہ کے راوی ہیں اور سفیان بن عیینہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں۔ اِس طرح روایت ایک درجہ اُوپر چلی جاتی ہے۔ دُوسرے سفیانِ ثوری علاوہ محدث ہونے کے فقیہ بھی ہیں یہ بھی سند میں وجہ استحکام ہے۔ پھر روایت فطری انداز میں ہے۔

ایک فقیہ ہی ایسی روایت کا انتخاب کرسکتا ہے سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ راوی پر تضاد بیانی کا الزام نہیں آتا۔ سفیان بن عیینہ اگر مراد ہوں تو لازم آئے گا۔ ایک طرف روایتِ ہشام بیان کررہے ہیں کہہ رہے ہیں نکاح چھ سال میں بناء نو سال میں معیت بنی نو سال۔ اِس روایت میں لکھ کہہ رہے ہیں کہ نکاح اور رُخصتی میں فرق ایک سال ہے۔ اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ نکاح ۶ سال میں نہیں ہوا۔ نکاح اور بناء میں تین سال کا فرق نہیں ہے اور معیت دو سال رہی، اِس لیے ضروری ہے کہ یہاں اِس روایت میں سفیان ثوری مراد لیا ہو۔

عَبْدُ الْمَلِكْ بِنْ عُمَيْرْ عَنْ عَائِشَةْ :

معلوم نہیں آپ نے کہاں سے لیا اور اسی طرح عبدالرحمٰن عن عائشہ۔ بہر حال کہیں سے بھی لیا ہو اپنے مقرر کردہ اصول کے مطابق ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ البتہ عروہ عن عائشہ، اَسود عن عائشہ، ابوعبیدہ عن عائشہ صحاح میں موجود ہیں۔ اِس پر تفصیلی گفتگو کی جا چکی ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے :

(1) خبر واحد ہے یعنی اَحاد سے ہے۔ (2) حدیث مشہور میں ہے (3) حضرت عائشہ سے ناقل عروہ اَسود ابوعبیدہ ہیں۔ (4) محدثین نے عروہ کی روایت کو اَقوی اور اَصل قرار دیا۔ (5) متقدمین اور اَضبط محدثین نے صرف عروہ کی روایت کو لیا جیسے امام شافعی، امام بخاری، امام ابی داؤد اور امام دارمی۔ (6) امام مسلم نے پہلے عروہ کی روایت کا ذکر کیا پھر اَسود کی روایت کا ذکر کیا۔ محدثین کے ہاں ۸ الف کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ پہلے اَصل میں قوی سند سے اقوی روایت لاتے ہیں پھر اُس سے کمتر درجے کی سند سے متابع لاتے ہیں۔ (7) صحیحین میں علی الترتیب عروہ اور اَسود کی روایت ہے۔ (8) ابن ماجہ میں عروہ اور ابوعبیدہ کی روایت ہے علی الترتیب اُن کے نزدیک یہی ثابت ہے۔ (9) نسائی میں عروہ اسود اور ابوعبیدہ کی روایات ہیں۔ (10) روایتِ ہشام شروع میں طبقہ ثانیہ سے خبر واحد تھی۔ (11) طبقہ ثانیہ میں جاکر مشہور ہوگئی۔ (12) دُوسری روایات طبقہ ثانیہ تک خبر واحد ہی رہیں۔ کتابوں میں درج ہونے کے بعد سب مشہور ہیں۔ (13) روایت کی صحت وقوت کا دارومدار سند کی صحت وقوت پر ہے۔ جس سند میں رُواۃ میں صحت کے اوصاف تام ہیں وہ روایت قابلِ اتباع ہے۔ (14) سند کے تمام رُواۃ کا معیاری ہونا ضروری ہے۔ اگر ایک راوی بھی سند میں ساقط الاعتبار رہے تو روایت کا درجہ کم ہوجائے گا۔ (15) صحابہ جرح وتعدیل سے مبرا ہیں۔ اُن کے درجے میں سند کے اعتبار سے کوئی تقسیم نہیں ہے۔

(16) تابعین پر جرح وتعدیل ہوسکتی ہے اور یہیں سے روایت کے مراتب شروع ہوجاتے ہیں۔
(17) چونکہ ہشام بن عروہ کی روایت کو صحاحِ خمسہ اور ائمہ حدیث سب نے ذکر کیا اِس لیے یہی اَصل قرار پائی۔ جتنے کامل رواۃ اِس روایت کو ملے دُوسری روایتوں کو نہیں ملے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ (19) طبقہ ثانیہ میں ۱۳ کوفی اور بصری حفاظ براہِ راست ہشام بن عروہ سے اِس کے راوی ہیں اِس لیے بھی روایت اَصل ہے۔
(20) ہشام کی سند عالی ہے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ ابومعاویہ اَسود والی سند نازل ہے اور کمزور ہے اِس لیے متابع ہے۔ (21) روایتِ ہشام بن عروہ کے پہلے راوی عروہ حضرت عائشہ کے لاڈلے بھانجے ہیں اِس لیے یہی اَصل ہے۔ بظاہر روایتِ ہشام کا کوئی راوی مجروح نہیں ہے اِس لیے یہی اَصل ہے۔ (22) روایت اَسود ابوعبیدہ کو متابعۃً بھی کس نے لیا کسی نے نہیں لیا۔ اِس لیے یہ اَصل نہیں ہے متابع ہوسکتی ہے۔
(23) اِن متابعات میں سے اکیلی سند کلیۃً قابلِ اعتماد نہیں ہے۔ (24) ابوبکر بن شیبہ نے اگر

صرف روایتِ اَسود کا ذکر کیا تو واقع کے لحاظ سے متابع ہی کا ذکر کیا اَصل روایت کو چھوڑ دیا اور سند نازل کو قبول کیا۔(25) ابوبکر ابومعاویہ اَعمش ابراہیم اسود اِس پوری سند میں تمام رُواۃ معیاری نہیں ہیں۔صرف ابراہیم اور اسود کے قوی ہونے سے روایت قوی نہیں ہو جاتی۔(26) ابوبکر باوجود جلالتِ قدر مدلس ہیں، تدلیس تسویہ اور تدلیس تلفیق کے مرتکب ہیں۔متابعات پر بحث کے وقت مثال سے واضح کروں گا۔

(27) ابومعاویہ داعی ...... تھے مرض تشیع میں مبتلا تھے۔(28) الاعمش سخت مدلس تھے اور متشیع کوفے کے گروہ کے امام تھے۔(29) جس سند کے تین راوی متکلم فیہ ہوں وہ سند متابع ہی قرار دی جا سکتی ہے اَصل قرار نہیں دی جا سکتی۔(30) اِسی طرح ابوعبیدہ والی سند مجروح اور مرجوح ہے۔

(31) مشہور وہ روایت ہوتی ہے جس میں اپنے مبداء سے لے کر آخر تک کم اَز کم چار راوی ہوں۔یہ روایتِ ہشام تک واحد ہے طبقہ ثانیہ میں یہ مشہور ہوئی۔(32) دوسو ہجری تک صرف روایت ہشام ہی اہلِ علم کو معلوم تھی تیسری صدی ہجری کے رُبع اوّل میں روایتِ اَسود علم میں آئی، تیسری صدی کے ثلثِ آخر میں روایت ابوعبیدہ علم میں آئی اور یہ آخری دو روایتیں مصنف کتاب تک خبر واحد ہی رہیں۔کتابوں میں آنے کے بعد سب متواتر ہیں لیکن یہ اصطلاحات۔

(33) اِس کے بعد بھی اگر میں غلطی پر ہوں تو واضح فرمائیں۔

نادانستہ طرز تخاطب باعث گرانی طبع ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔خط کی طوالت کے لیے مزید عفو کا طلبگار ہوں۔

مولانا الیف اللہ سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

دُعا گو

نیاز احمد

(جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۵

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تاحال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کردیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تاکہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہؓ کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت ؎۱

حضرت اقدسؒ کا خط

محترمی و مکرمی دام ظلکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ نے اپنی ۲۲ مارچ کی تحریر کے ص ۱ نمبر۱ پر پھر اِسی بات کا اعادہ کیا ہے کہ روایتِ ہشام اَصل ہے اور باقی متابع یا مؤید ہیں۔ آپ نے تحریر فرمایا ہے : " شَرْحُ نُخْبَةُ الْفِكَرْ دیکھیے" اِسی طرح مثالیں دی ہیں۔ صحابہ میں تو ہر ایک صحابی کی روایت مستقل ہوگی۔ صحابی جراح و تعدیل سے وراء ہے لیکن صحابی سے تابعی کی روایت میں جرح و تعدیل جاری ہوتی ہے۔

اُصولِ حدیث عقل کے عین مطابق وضع کیے گئے ہیں مثلاً یہ اُصول رویتِ ہلال پر آج بھی چلتے ہیں میری اور آپ کی گفتگو پر بھی جاری ہوں گے۔ یہ اُصول جس طرح اُن حدیثوں میں جاری ہیں جو جناب

؎۱ گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

رسول اللہ ﷺ سے چلی ہیں اِسی طرح اُن حدیثوں پر بھی جاری ہوں گے جو صحابۂ کرامؓ سے چلی ہیں۔ چنانچہ صحابۂ کرام کے فتاوی اور قضایا سب اِن تعریفات کے تحت آتے ہیں۔ اِنہیں اَثر متواتر اَثر مشہور اور خبرِ واحد کا نام دیا جائے گا۔

یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے چلی ہے اِس لیے آگے نقل کرنے والے سب جدا جدا حاملینِ حدیث شمار ہوں گے۔ اِن میں مطابعت کا قاعدہ جاری نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ آپ نخبۃ الفکر کے شروع ہی میں دیکھیں کہ اُنہوں نے خبرِ متواتر اُسے قرار دیا ہے کہ جس پر عادۃً یہ محال ہو کہ سب نے متفق ہو کر یہ بات بنائی ہے۔ پھر آگے چل کر پھر اُنہوں نے یقین کی تعریف میں علمِ ضروری کا ذکر کیا ہے اور علمِ ضروری وہ ہے کہ اِنسان اُسے ماننے پر مجبور ہو جائے اُس کا رد کرنا ممکن نہ ہو۔ نیز نخبۃ الفکر کے شروع ہی میں ص ۲۷ پر وَقَدْ یَقَعُ فِیْهَا اَیْ فِیْ اَخْبَارِ الْاٰحَادِ کے حاشیہ میں ملاحظہ فرمائیں جو مثال دی ہے وہ قاضی اور بادشاہ کے فرستادہ کی دی ہے۔ اور آپ نے اِسی خط میں ص ۳ نمبر ۶ میں امام بخاری کی جن چھ لاکھ حدیثوں کا ذکر کیا ہے کیا وہ صرف اقوال افعال اور تقاریرِ رسول اللہ ﷺ تھیں۔ اگر ایسا خیال ہے تو غلط ہے بلکہ اِتنی روایات مع فتاوی وقضایا صحابہ وتابعین ہوتی ہیں۔ امام بخاری نے اگر کسی صحابی کا قول نقل کیا ہے تو اگر اُس کے راوی اُن کی شرائط پر پورے اُترتے تھے تو وہ اُس کی سند ذکر کرتے تھے ورنہ فقط'' قَالَ'' یا ''یُذْکَرُ عَنْ فُلَانٍ'' کہہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور پر کتاب العلم میں بَابُ مَنْ خَصَّ بِالْعِلْمِ قَوْمًا دُوْنَ قَوْمٍ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اِرشاد نقل کیا تو اُس کی سند بھی نقل کی ہے (بخاری ص ۲۴) ورنہ خاصے لمبے لمبے تراجمِ ابواب میں فقط اَقوال نقل فرمائے ہیں سند نہیں دی۔ مثلاً ملاحظہ فرمائیں ص ۲۹ بَابُ مَنْ لَّمْ یَرَا لْوُضُوْءَ اِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَیْنِ اور یہ بات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ہے اِس میں یہی شکلیں جاری ہوں گی۔

مقدمہ ابن صلاح میں '' معرفة الموقوف '' کے عنوان کے تحت یہ قاعدہ لکھا ہے :

وَهُوَ مَا یُرْوٰی عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ اَقْوَالِهِمْ اَوْ اَفْعَالِهِمْ وَنَحْوِهَا فَیُوْقَفُ عَلَیْهِمْ وَلَایَتَجَاوَزُ بِهٖ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ثُمَّ اَنَّ مِنْهُ مَا یَتَّصِلُ الْاِسْنَادُ فِیْهِ اِلَی الصَّحَابِیْ فَیَکُوْنُ مِنَ الْمَوْقُوْفِ الْمَوْصُوْلِ وَمِنْهُ مَالَایَتَّصِلُ اِسْنَادُهٗ فَیَکُوْنُ مِنَ الْمَوْقُوْفِ غَیْرِ الْمَوْصُوْلِ عَلٰی حَسْبِ

مَاعُرِفَ مِثْلُهٗ فِی الْمَرْفُوْعِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ . وَمَا ذَكَرْنَاهُ مِنْ تَخْصِيْصِهٖ بِالصَّحَابِیْ فَذَالِكَ اِذَا ذُكِرَ الْمَوْقُوْفُ مُطْلَقًا وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ مُقَيَّدًا فِیْ غَيْرِ الصَّحَابِیْ فَيُقَالُ " حَدِيْثُ كَذَا وَكَذَا وَقَفَهٗ فُلَانٌ عَلٰی عَطَاءٍ اَوْ عَلٰی طَاوُسٍ اَوْ نَحْوِ هٰذَا " وَمَوْجُوْدٌ فِیْ اِصْطِلَاحِ الْفُقَهَاءِ الْخَرَاسَانِيِّيْنَ تَعْرِيْفُ الْمَوْقُوْفِ بِاِسْمِ الْاَثَرِ قَالَ اَبُو الْقَاسِمِ الْفَوْرَانِیْ مِنْهُمْ فِيْمَا بَلَغَنَا عَنْهُ . اَلْفُقَهَاءُ يَقُوْلُوْنَ " اَلْخَبَرُ مَا يُرْوٰی عَنِ النَّبِیِّ ﷺ وَالْاَثَرُ مَا يُرْوٰی عَنِ الصَّحَابَةِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ .(مقدمه ابن الصلاح ص ۴۱ و ۴۲)

(۲) پھر متابعت کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جہاں صرف ایک راوی اور ایک سند مل رہی ہو۔یعنی تفرد وغرابت پائی جا رہی ہو۔اور یہاں غرابت نہیں پائی جا رہی ۔تفرد اور غرابت کا مدار تابعی پر ہے کہ وہ ایک ہے یا زائد ہیں۔نخبۃ الفکر ہی میں ملاحظہ فرمائیں ثُمَّ الْغَرَابَةُ ص۲۲ سے بہت آگے تک ۔اور اِس حدیث میں تابعین سے نیچے کم رہے ہیں یا تعداد پوری رہی ہے تو یہاں حضرت عائشہؓ سے سننے والے بھی بہت ہیں اور آگے بڑھتے ہی چلے گئے ہیں۔اور یوں ہی سنی سنائی بات نہیں ہے کہ اپنی عقل سے کسی نے گھڑ لی ہو بلکہ حضرت عائشہؓ کی بیان کردہ بات ہے۔

(۳) یہ حدیث یا متواتر مانی جائے گی کیونکہ حضرت عائشہؓ سے اِس کے راوی اِتنے ہو گئے ہیں کہ عادۃً اُن کا غلط بات پر متفق ہونا محال ہے۔اور ایسا بھی نہیں ہے کہ ایسے ایسے جلیل القدر حضرات سے اِتفاقًا ایسی بات نکل گئی ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ'' ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے اسے خبر متواتر فرمایا ہے۔'' اور میں ابن حزم کا حوالہ لکھ رہا ہوں اُنہوں نے اِسے اَمر مشہور قرار دیا ہے اور کوئی سند معین نہیں کی۔

قَالَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ اَلْحُجَّةُ فِیْ اِجَازَةِ اِنْكَاحِ الْاَبِ اِبْنَتَهُ الصَّغِيْرَةَ اَلْبِكْرَ اِنْكَاحُ اَبِیْ بَكْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلنَّبِیَّ ﷺ مِنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا وَهِیَ بِنْتُ سِتِّ سِنِيْنَ........ وَهٰذَا اَمْرٌ مَشْهُوْرٌ غَنِيًّا عَنْ اِيْرَادِ الْاِسْنَادِ فِيْهِ . (المحلٰی ج ٦ الجزء التاسع ص ۵۶۱)

الغرض : آپ نے اپنے نزدیک یہ سمجھا ہے کہ تواتر، شہرت اَور خبرِ واحد ہونے کے لیے خاص جناب رسول اللہ ﷺ کا قول و فعل ہی ہونا ضروری ہے اور تعددِ رُواۃ میں ضروری ہے کہ وہ بھی صحابہ ہوں اور اُن ہی کی تعداد پر تواتر و شہرت وغیرہ کا مدار ہے۔ یہی آپ کے استدلال کی قوی ترین بنیاد ہے جو بالکل غلط ہے اِس پر ثریا تک تعمیر دُرست نہ ہو پائے گی۔

(۲) آپ نے تحریر فرمایا ہے اور پھر ص ۵ نمبر ۱۸ میں بھی دہرایا ہے کہ ''اَب میں اِس سلسلہ میں صحاح ستہ کے حوالجات قبول کروں گا اِس کے بعد کتاب الام، دارمی اور مسندِ امام احمد کے۔''

☆ اِس کے بارے میں عرض ہے کہ پھر آپ اپنی اِس تالیف کو انتخاب کا نام تو دے سکتے ہیں تحقیق کا نام نہیں دے سکتے۔ حالانکہ آپ نے ۲۰ ستمبر ۸۰ء کے خط میں تحریر فرمایا تھا کہ یہ تحقیق ہے۔ ایک مدرس اور محقق میں یہی فرق ہے محقق کو تحقیق کے بعد کسی متعین اور ٹھوس نتیجہ تک پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح اور بھی گرامی ناموں میں کئی جگہ تحقیق پر زور دیا گیا ہے۔ اگر بقیہ کتابوں کو آپ نکالیں گے تو یہ تحقیق مکمل کیسے ہوگی۔

(۳) میں نے ایک صاحب کے کہنے پر اِسی موضوع پر علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب منگائی اُس کے مطالعہ سے اَندازہ ہوا کہ سب سے پہلے اِس بحث کو اُٹھانے والا محمد علی مرزائی تھا حرمِ نبوی میں جھانک کر تبصرہ کی گستاخی اِسی شخص نے کی۔ سید صاحب نے اِس کا جواب تحریر فرمادیا۔ مجھے خیال آرہا ہے کہ وہ آپ کے زمانہ تعلیم کا آخری دور یا فراغت کے فوراً بعد کا دَور تھا۔ اُس نے وسوسہ کی طرح آپ کو گھیر لیا اَور اَب تک نہیں چھوڑا۔ اور آپ کا اَصل ذوق فلسفہ اور منطق سے تھا عقلیات کے غلو نے نقصان دیا ورنہ آپ کے پاس یہ خیالات کیسے پہنچے؟ اور اِس تحقیق میں پڑنے کا داعیہ کونسی چیز بنی؟ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو اِس کا علاج تو اس مسئلہ میں گھسنا نہیں ہے بلکہ دُوسرے اَور کسی کام میں لگنا ہے۔

(۴) میں آپ نے فرمایا ہے کہ ''روایتِ تزوج اپنی ماہیت کے اعتبار سے خبرِ واحد میں شامل ہے کیونکہ یہ خبر متواتر تو ہے نہیں۔ متواتر میں تو شروع ہی سے بیان کرنے والوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے جن کا جھوٹ پر جمع ہونا بھول جانا، دھوکہ دینا مستبعد ہوتا ہے اِس روایت کی یہ شان نہیں۔''

☆ کیوں؟ اِس روایت کی یہ شان کیوں نہیں ہے جبکہ روایت کرنے والے چار سے زائد ہیں۔

(۵) ترمذی میں روایت کے نہ آنے سے یہ سمجھنا کہ یہ اُن کے نزدیک قابلِ اعتناء نہ تھی یا اُس میں

کوئی علّت تھی محض آپ کا خیال ہے۔ اِمام ترمذی کی کتاب العلل موجود ہے۔ اگر اس میں علت ہوتی تو وہ ذکر کرتے اور اگر اِمام ترمذی بھول گئے تھے دُوسرے ائمہ حدیث کی کتبِ علل موجود ہیں کوئی تو اِسے معلول کہتا۔

صحیح بخاری کے ایسے ایسے بڑے حضرات شارح ہیں جو خود ائمہ حدیث ہیں وہ ذکر کرتے۔ امام بخاری پر تنقید کرنے والے بھی گزرے ہیں۔ اگر یہ روایت معلول ہوتی تو دارِقطنی کچھ تو کہتے۔ رہا یہ امر کہ یہ روایت امام ترمذی کے ہاں قابلِ اعتناء نہ تھی اِس لیے اپنی کتاب میں نہیں لکھی، محض آپ کا خیال ہے۔ آپ نے پہلے بھی ایسے خیالات تحریر فرمائے تھے میں نے اُن کا جواب دیا تھا کہ اِن حضرات نے یہ ملحوظ رکھا ہے کہ جو حدیثیں دُوسرے محدث لکھ چکے ہیں اُن سے زائد اور کسی اعتبار سے مختلف روایات لائیں نہ یہ کہ بیٹھ کر وہی حدیثیں لکھ دیں جو اُستادوں کی کتابوں میں آ چکی ہوں۔ اگر یہ لوگ ایسا کرتے تو اُن کا کوئی کمال نہ ہوتا نہ اُن کی کتاب جدا کتاب ہوتی نہ یہ جدا اِمام تسلیم کیے جاتے نہ ذخیرۂ حدیث میں اِضافہ ہوتا پہلے بھی ایک عریضہ میں یہ بات لکھ چکا ہوں مگر آپ بار بار اِس بدیہی بات سے ہٹ کر دُوسری توجیہہ کی طرف ہی جاتے ہیں۔

روایات نہ لینے کی باتیں بھی ملاحظہ فرمائیں۔ بقول حافظ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ :

(الف) اِمام بخاری اور اِمام مسلم نے اِمام اعظم (رحمۃ اللہ علیہم) سے کوئی روایت نہیں لی حالانکہ اِن دونوں نے اِمام اعظمؒ کے چھوٹے شاگردوں کا زمانہ پایا ہے اور اُن سے روایت لی ہے۔

(ب) اِن دونوں نے امام شافعیؒ سے کوئی روایت صحیحین میں نہیں لکھی باوجودیکہ وہ اُن کے بعض شاگردں سے ملے ہیں۔

(ج) امام مسلم نے اپنی صحیح میں امام بخاری سے ایک بھی روایت نہیں لکھی حالانکہ وہ اُن کے ساتھ رہے اور اُنہوں نے اپنی کتاب اُن کی کتاب کے طرز پر لکھی۔

(د) امام بخاری نے اِمام احمدؒ سے صرف دو حدیثیں لکھی ہیں ایک تعلیقاً اور دُوسری بالواسطہ حالانکہ اُنہوں نے اِمام احمدؒ کی شاگردی میں وقت گزارا ہے۔

اِن حضرات کے اِس معاملہ کی وجہ اُن کی امانت و دیانت کے پیشِ نظر یہ ماننی پڑے گی کہ جو روایتیں پہلے حضرات لکھ چکے تھے اور محفوظ ہو چکی تھیں اُنہیں چھوڑ کر دُوسری روایات لکھنی پسند کی ہیں تا کہ وہ محفوظ ہو جائیں۔

(ہ) اِمام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اِمام مالکؒ سے بواسطہ اِمام شافعیؒ صرف پانچ روایتیں دی ہیں۔ حالانکہ وہ اِمام شافعیؒ کے ہمنشین رہے ہیں اور اُن سے موطاء سُنی ہے اور اُس کے قدیم راویوں میں شمار ہوئے ہیں۔

اِس لیے آپ کی مذکورہ توجیہہ دُرست نہیں سمجھتا۔ آپ کا اَندازِ تحریر ایسا ہوتا ہے کہ جیسے آپ نے پوری تحقیق کر کے کسی بات کا دعویٰ کیا ہو۔ اِس سے ہر ناواقف شخص بے حد مرعوب ہوسکتا ہے۔ میں نے کتاب ترمذی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ فرضی طور پر عَلٰی سَبِیْلِ التَّسْلِیْمِ تھا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اِمام ترمذی نے یہ روایت اِمام احمد واسحاق کا مسلک بیان کرتے ہوئے اُن کے حوالہ سے ترمذی میں لکھی ہے کہ فلاں مسئلہ میں ان ہر دو اِماموں نے اِس حدیث سے استدلال فرمایا ہے ملاحظہ ہو **باب ماجاء فی اکراہ الیتیمة علی التزویج ص ۱۳۲ ج ۱ ترمذی** ۔

(۶) میں تحریر فرمایا ہے اِمام بخاری نے ہشام کی روایت لی ہے اَور روایتوں کو ترک کر دیا ہے اور چھ لاکھ اَحادیث میں سے اپنی کتاب میں درج کرنے کے لیے اِس روایت کا انتخاب کیا۔

☆ اِس اندازِ تحریر سے معلوم ہو رہا ہے کہ چھ لاکھ حدیثیں حضرت عائشہ کے متعلق تھیں اور اُن میں سے صرف ایک حدیث اُنہوں انتخاب کی۔

پھر آپ نے تحریر فرمایا ہے : روایتِ اسود روایتِ ابوعبیدہ وغیرہ ضرور اُنہیں پہنچی ہوں گی کیونکہ صحاح ستہ کے تمام مصنفین ہم عصر ہیں۔

☆ آپ کی یہ بات بہت کمزور ہے۔ آپ جانتے ہیں اِس کتاب کا نام اُنہوں نے جامع صحیح اور مختصر رکھا ہے اُنہوں نے تصریح فرمادی ہے وَتَرَکْتُ مِنَ الصِّحَاحِ لِحَالِ الطُّوْلِ میں نے طوالت کی وجہ سے صحیح حدیثیں چھوڑ دی ہیں۔ (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۶)

دُوسری بات یہ ہے کہ ہم عصر ہونے سے بلکہ ہم عصر اور اَعلم ہونے سے بھی یہ ضروری نہیں ہوتا کہ علم میں بالکل برابر ہو۔ آپ کے سامنے مثال موجود ہے کہ حدیث میں آیا ہے گھر میں اجازت چاہنے کے لیے تین بار سلام کریں اگر صاحب خانہ کی طرف سے جواب نہ آئے تو واپس چلے جاؤ، یہ حدیث حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو اور اُن کی طرح اور بھی کئی صحابہ کو معلوم تھی مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو باوجود مِنْ اَعْلَمِ الصَّحَابَةِ ہونے کے

معلوم نہ تھی۔ تو ہوسکتا ہے کہ دُوسری روایات اِمام بخاریؒ کو معلوم ہی نہ ہوں یا اُنہیں ایسی سند سے پہنچی ہوں جس کے رجال اُن کی شرائط پر نہ اُترتے ہوں۔

اُنہوں نے کہا اَحْفَظُ مِأَةَ اَلْفِ حَدِیْثٍ صَحِیْحٍ. (مقدمہ ص ۱۲) مجھے ایک لاکھ صحیح حدیثیں یاد ہیں جبکہ صحیح بخاری میں مکررات سمیت صرف سات ہزار دوسو پچھتر حدیثیں ہیں۔

(۸) میں بخاری ابو داوٗد کتاب الام للشافعی کے ذکر کے بعد آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ''ان حضرات کے نزدیک اِس سند کے سواء اَور کسی سند سے یہ روایت ثابت ہی نہیں۔''

☆ مجھے بھی مطلع فرمائیں کہ اُنہوں نے یہ کہاں لکھا ہے کہ اِس سند کے علاوہ اور کسی سند سے یہ روایت ثابت ہی نہیں۔ ورنہ اُن کی طرف آپ ایسی بات منسوب کر رہے ہیں جو آپ کے اپنے ذہن کی ہے اُن کی فرمودہ نہیں ہے۔ اپنی معلومات ضبط تحریر میں لانا الگ بات ہے اَور دُوسری سند کی نفی کرنا بالکل جدا بات ہے، اُنہوں نے دُوسری سندوں کی نفی ہرگز نہیں کی۔

(۹) آپ نے فرمایا ہے کہ ''اِمام مسلم نے حضرت عروۃؒ عن عائشہ اور حضرت اسودؒ عن عائشہ دُونوں روایتیں دی ہیں۔ اُن کے نزدیک یہ دوراوی ہیں باقی کو اُنہوں نے نا قابلِ اعتبار خیال کر کے ترک کردیا۔''

☆ سبحان اللہ! یہ بھی عجیب بات ہے۔ اِمام مسلم کا یہ مقولہ ہر حنفی عالم جانتا ہے اور دہراتا ہے کہ ''میں نے ہر حدیث جو میرے نزدیک صحیح ہو اپنی اِس کتاب میں جمع نہیں کرڈالی'' اِنَّمَا وَضَعْتُ ھٰھُنَا مَااَجْمَعُوْا. (مقدمہ ص ۱۲)

اگر اُنہوں نے یہ دعوی کیا ہوتا کہ جو حدیث میری اِس کتاب میں نہیں ہے وہ میرے نزدیک قابلِ اعتبار ہی نہیں تب آپ کی بات دُرست ہوسکتی تھی اُنہوں نے آپ کی بات کے برعکس صراحت کردی ہے مگر آپ پھر بھی اپنی مفروضہ بات دہرا رہے ہیں جو بے اَصل ہے یہ بات آپ کی شان سے بعید ہے۔

(۱۰) آہستہ آہستہ آپ نے ابن ماجہ کے حوالہ سے تیسرے راوی ابوعبیدہ سے بھی روایت کا ثبوت مان لیا، مگر اَندازِ فکر کی غلطی بدستور نمایاں ہے کہ ''ابن ماجہ نے روایت اسود کو قابلِ اعتبار خیال نہیں کیا'' مہربانی فرما کر یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ابن ماجہ نے یہ کہاں فرمایا ہے کہ روایتِ اسود میرے نزدیک قابلِ اعتبار نہیں۔ اگر

کسی کتاب میں آپ کو یہ مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اِس اندازِ فکر سے توبہ کرنی چاہیے یہ بے دلیل اور فرضی باتیں ہیں۔

(۱۱) آپ نے نسائی شریف کے حوالہ سے چوتھی روایت ابوسلمہ عن عائشہ بھی ظاہر فرمادی۔ مگر یہاں آپ نے پھر اپنے منفی و متاثر اندازِ فکر کو دخل دے کر یہ فرمادیا کہ صحاح ستہ میں سے صرف ایک مصنف کے بیان سے یہ روایت شہرت کے درجہ کو نہیں پہنچ جاتی۔

☆ میں اِس منفی اندازِ فکر سے متاثر نہیں ہوسکتا بلکہ جناب سے عرض کروں گا کہ اِس اندازِ فکر کو چھوڑ دیں۔ یہ اسلاف کا اندازِ فکر نہیں ہے۔ ہمارے یہاں اِس اندازِ فکر کی ترویج سر سید نے کی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اُن کی اِس حدیث کو سننے والے چار حضرات تو صرف صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ باقی اور جو ہیں اُن سے آپ بحث نہیں فرماتے کیونکہ دائرہ تحقیق صحاح ستہ ہی میں محصور رکھنا چاہتے ہیں۔ اور اُن میں بھی آپ بخاری کو مدلس اور کتاب مسلم **فُلَانٌ مِنَ الشِّیْعَةِ** وغیرہ پہلے لکھ چکے ہیں گویا یہ کتابیں آپ پہلے بیکار کر چکے ہیں غرض بہر قیمت اپنا مفروضہ ثابت کرنے کا تہیہ کیے ہوئے ہیں۔ آپ نے ۱۲، ۱۳، ۱۴ میں بھی اِسی منفی اندازِ فکر کا اظہار فرمایا ہے۔

(۱۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب میں آنے کے بعد وہ روایت متواتر ہوجاتی ہے۔ یہ بات خود آپ کے مؤقف کے خلاف جاتی ہے۔ اِس پر میں قدیم مصنفات کے طرف توجہ دلاتا ہوں کہ اِس قاعدہ سے دُوسری سندیں بھی تواتر سے ثابت ہیں لیکن آپ کا دائرہ کار بعد کی صحاح ستہ ہیں۔

(۱۶) میں اصولِ حدیث میں سے ایک قاعدہ ہے۔

(۱۷) اور اس کے الف، ب، ج سب میں آپ نے اپنا مفروضہ ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے کہ اِسے کسی طرح خبر واحد تسلیم کرائیں اور اِس میں اَصل اَور متابع پیدا کر ڈالیں کہ فلاں نے پہلے یہ روایت لکھی بعد میں دُوسری روایت لکھی لہٰذا وہ اِس کے نزدیک بعد کی ہوئی یا فقط مؤید ہوئی۔ اور سند واحد عن واحد ہے اسی بات کا بار بار اعادہ چل رہا ہے۔ لیکن اتنی سندیں واحد عن واحد ہوجائیں تو اصولِ حدیث کی رُو سے اسے متواتر کہا جائے گا جیسے ۱ تا ۳ میں عرض کر چکا ہوں۔

(۱۹) (الف) ''ابن ابی شیبہ نے اپنی انفرادیت ظاہر کرنے کے لیے صرف روایت کو کافی خیال کیا''

☆ یہ دعوٰی ہے جو آپ کے سابقہ مفروضہ پر مبنی ہے۔

(ب) ''بایں ہمہ صحاح خمسہ کو مصنَّف پر ترجیح حاصل ہے اور یہ مسلمات میں سے ہے''۔

☆ یہ مسلمات میں سے ہونے کی دلیل کیا ہے؟

(ج) نیز ''ابو معاویہ عن الا سود سند سافل ہے''

☆ کیوں؟ کیا اَسود کا درجہ عروہ سے کم ہے۔ یہی روایت مسند احمد میں موجود ہے۔ مسند احمد ج ۶ ص ۴۲۔ تو ابن ابی شیبہ کا تفرد بھی نہیں رہا۔ اور مسلم شریف میں اِمام مسلم نے یحیٰی بن یحیٰی ، اسحاق بن ابراھیم اور ابو کُرَیبْ مزید ذکر فرمائے ہیں۔

۲۰۔ ۲۱ کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ۲۳ر نومبر ۸۰ءء کے خط میں نمبر ۳۹ پر تحریر فرمایا تھا کہ میرے نزدیک ''یہ صرف ایک تاریخی روایت ہے''۔ اِسی میں یہ بھی لکھا تھا کہ ''یہ روایت سیرت ابن اسحاق میں بھی نہیں ہے''۔

☆ اِس سے میں دو باتیں سمجھا تھا کہ (الف) آپ کے نزدیک تاریخی کتابوں کی اہمیت ہے اِس لیے معارف ابنِ قُتَیبہ کی روایت لکھی تھی۔ (اور آزادانہ تحقیق کرنے والوں کے نزدیک اِس کی اہمیت رہے گی اِس لیے میں اپنے نزدیک یہ حوالہ اَب بھی اُن کے لیے اہم خیال کرتا ہوں)۔ (ب) آپ نے سیرت ابن اسحاق کا ذکر موطاءِ اِمام مالک وغیرہ جیسی کتابوں کے ساتھ کیا تھا۔ جس کا مطلب یہ سمجھ میں آتا تھا کہ اگر اُن کتابوں میں سے کسی کتاب میں یہ روایت ہوتی تو آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کم عمری میں نکاح کی روایت تسلیم کر کے اُس کے قائل ہو جاتے اور مؤقف بدل لیتے۔

آپ کے اِسی موضوع پر اِتنے کثیر مطالعہ کے باجود سیرت ابن اسحاق میں اِس روایت کا نہ ملنا محلِ تعجب ہے۔ یہ سیرت ابن ہشام کیا ہے۔ سیرت محمد ابن اسحاق ہی ہے۔ اور اُس میں روایتِ تزوج معہود بلانکیر موجود ہے۔

۲۲۔ یہ بھی تاریخ کے لحاظ سے عمدہ کتاب شمار ہوتی ہے۔ ابن سعد کی باتوں سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اِس لیے اِسی نقطۂ نظر سے یہ حوالہ دیا گیا۔ (جاری ہے)

علمی مضامین سلسلہ نمبر۳۱، قسط : ۱۶

"الحامد ٹرسٹ" نزد جامعہ مدنیہ جدید رائیونڈ روڈ لاہور کی جانب سے شیخ المشائخ محدثِ کبیر حضرت اقدس مولانا سیّد حامد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض اہم خطوط اور مضامین کو سلسلہ وار شائع کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے جو تا حال طبع نہیں ہو سکے جبکہ ان کی نوع بنوع خصوصیات اس بات کی متقاضی ہیں کہ افادۂ عام کی خاطر اِن کو شائع کر دیا جائے۔ اسی سلسلہ میں بعض وہ مضامین بھی شائع کیے جائیں گے جو بعض جرائد و اخبارات میں مختلف مواقع پر شائع ہو چکے ہیں تا کہ ایک ہی لڑی میں تمام مضامین مرتب و یکجا محفوظ ہو جائیں۔ (اِدارہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اور حکیم نیاز احمد صاحب کا مغالطہ

حضرتِ اقدسؒ اور حکیم نیاز احمد صاحب کے درمیان خط و کتابت [۱]

۲۳۔ واقدی کے بارے میں جو آپ نے لکھا وہ ضرورت سے زائد ہے یہ میرے علم میں تھا۔ آپ کو خیال ہوا ہوگا کہ شاید میں محدثین کی رائے سے ہٹ کر اُن کے بارے میں کوئی رائے رکھتا ہوں اِس لیے آپ نے اِس پر زیادہ لکھا ہے۔ پہلے خط میں آپ نے سیرت ابن اسحاق کا ذکر کیا تھا جبکہ ابن اسحاق کو قَدرِیّ مُعتزلی کذّاب اَشْہَدُ اَنَّہٗ کَذَّابٌ اِتَّھَمَہٗ مَالِكٌ مُدَلِّسٌ دَجَّالٌ مِّنَ الدَّجَاجِلَةِ کَانَ یَلْعَبُ بِالدُّیُوْكِ سب کچھ کہا گیا ہے اِس کے باوجود آپ اُن کی روایت کے طالب تھے میں نے ایک مؤرخ کی بات لکھی ہے۔ بات صرف اِتنی ہے کہ ابن سعد اُونچے درجے کے آدمی شمار ہوتے ہیں۔ وہ اپنے اُستاد سے اور اُن کی خطاء و صواب سے واقف ہیں۔ اُنہوں نے اِس روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے اَور حفاظِ حدیث نے جگہ جگہ اسماء الرجال میں نقد و جرح میں اور تاریخ میں واقدی کی بات لی ہے۔ تہذیب التہذیب میں بہت جگہ اُن کی رائے قبول کی گئی ہے۔

---

[۱] گزشتہ شماروں میں قارئین نے جہلم کے حکیم فیض عالم صاحب کی حضرت اقدس قدس سرہ العزیز سے طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائی، اَب اپریل ۲۰۰۸ء کے شمارہ سے سرگودھا کے حکیم نیاز احمد صاحب کی حضرت اقدسؒ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حضور اکرم ﷺ سے شادی کے وقت عمر کے متعلق طویل خط و کتابت ملاحظہ فرمائیں گے۔ حکیم صاحب نے اِس سلسلہ میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے حکیم صاحب کو مغالطہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نکاح و رُخصتی کے وقت جو عمر اَحادیث میں آئی ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ پیش نظر صفحات میں اِسی خط و کتابت کو دیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

سفیان بن عیینہ کے متعلق میں نے پہلے سے مکی ہونا نہیں لکھا ہے میں نے اپنے خط میں یہ لکھا تھا: کہا جاتا ہے کہ اُن کے والد اَصل میں مکہ مکرمہ کے رہنے والے تھے۔ اِسی طرح تہذیب التہذیب کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی ہے وَقِیْلَ اِنَّ اَبَاہُ عُیَیْنَۃُ ھُوَ الْمَکِّیُّ اَبَا عِمْرَانَ میں نے یہ کب لکھا ہے کہ سفیان بن عیینہ مکی تھے۔

آپ نے توجہ نہیں فرمائی ورنہ مقصد تو یہ تھا کہ اُن کے والد کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ وہ مکی تھے جب وہ مکی ہوئے تو سفیان کا بچپن میں اپنی دَدھیال میں قیام اور اُس زمانے میں تحصیلِ علم قرینِ عقل ہے باپ دادا کا گھرانہ بھی رہنے میں سہولت کا باعث ہوتا ہے اِسی کے ساتھ اَخْرَجَہُ کے جملہ کا تعلق بنتا ہے آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا مطلب پھر بھی واضح نہیں ہوسکا تھا آپ نے جو لکھا ہے کہ آپ نے جوش استدلال میں الخ یہ ٹھیک نہیں، ایسا نہیں ہوا۔

آپ نے اِسی صفحہ پر عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو بصری لکھ دیا ہے۔ یہ غلط ہے وہ بصری نہیں ہیں مکی ہیں۔ آپ کا یہ سارا صفحہ ہی محسوس ہوتا ہے بے غور کیے عُجلت میں لکھا گیا ہے اور اِسی پر زور دیا گیا ہے کہ ابن عیینہ نے بڑے ہوکر علم حاصل کیا ہے۔ اِسی وجہ سے آپ نے اُن کے سونا پہننے پر اعتراض کیا ہے اور مَا رَأَیْتُ طَالِبَ عِلْمٍ اَصْغَرُ مِنْ ھٰذَا وغیرہ سب نظر اَنداز کردی ہیں۔

حضرت سفیان کی پیدائش ۱۰۷ھ میں ہوئی۔ عمرو بن دینار کی وفات ۱۲۵ یا ۱۲۶ میں ہوئی۔ اُن کی وفات کے وقت سفیانؒ کی عمر صرف ۱۸ / ۱۹ سال تھی اُنہوں نے عمرو بن دینار سے جو علوم حاصل کیے وہ دو چار دن یا ایک دو مہینہ میں حاصل نہیں کیے جا سکتے۔ تہذیب میں اِن کے بارے میں ہے وَاَجْمَعَ الْحُفَّاظُ الخ حفاظِ حدیث کا اِس بات پر اجماع ہے کہ وہ عمرو بن دینار کے علوم میں سب سے زیادہ ثبت ہیں۔ یہ جملہ صاف بتلاتا ہے کہ اُنہوں نے اُن سے بہت کچھ حاصل کیا اور اِمام شافعی کا یہ فرمانا کہ مَالِکٌ وَسُفْیَانُ الْقَرِیْنَانِ بہت بڑے عالم ہونے کی اور بہت مقدم علماء سے علم حاصل کرنے کی دلیل ہے اور یہ علوم اُنہوں نے ۱۹ سال کی عمر تک حاصل کر لیے تھے اور یہ مکہ اور مدینہ میں حاصل کیے ہیں کوفہ میں نہیں۔

وَکَانَ انْتِقَالُہٗ کا مطلب بالکلیہ ترکِ وطن کر کے جانا ہے نہ وہ آپ سمجھے ہیں۔ آپ نے سب کچھ مذاق کے اَنداز میں لکھ دیا ہے۔

صفحہ ۱۰ پر آپ نے میری بات نقل فرمائی ہے کہ : حضرت عائشہ کی ہر روایت تزوج اپنی جگہ اَصل ہے اور اِسے اُن سے سننے والے ایک دُوسرے کے متابع نہیں ہو سکتے۔

اِس پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ : ''آپ کا یہ اَندازِ بیان مغالطہ آمیز ہے''۔

اس کے بعد آپ نے طویل بحث لکھی ہے اور بہت تشریح کی ہے اور تقدم وتأخر زمانی کو متابعت کی بنیاد بنایا ہے اور یہ سب صرف آپ کی اپنی ذہنی کاوش ہے جس کی حقیقت کچھ نہیں، حقیقت وہ ہے جو ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے آپ دیکھیں کہ نسائیؒ نے یہ حدیث کئی طرق سے دی ہے کیا اُنہوں نے یا اِمام مسلم وغیرہ نے متابعت کا لفظ کہیں لکھا ہے جیسے کہ متابعت کے موقع پر ہر محدث لکھتا ہے۔ اور اِمام بخاری جا بجا لکھتے ہیں تَابَعَهُ فُلَانٌ اگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا تو آپ غلطی پر ہیں۔ کیونکہ '' تَابَعَهُ '' وہاں کہا جاتا ہے جہاں روایت کو تفرد سے نکالنے کا ثبوت دینا ہو اور یہ روایت متواتر یا مشہور ہے اِس لیے کہیں بھی کسی نے بھی ایسا نہیں فرمایا بس ذخیرۂ حدیث جمع فرما دیا۔

ص ۱۱ کا بڑا حصہ اِسی طرح کی بحث سے بھرا ہوا ہے آخری سطر میں پھر متابعت ثابت کرنے کی ایک اور طریقہ سے سعی کی گئی ہے کہ سند کے راویوں کو گن لیا جائے۔ یہ بات آپ جیسے حنفی عالم سے بعید ہے کیونکہ اُسے مسند ابی حنیفہ تو آنی چاہیے۔ اس میں علو اَسناد کا مدار راویوں کی گنتی پر نہیں بلکہ قابلیت پر ثابت کیا گیا ہے۔

سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ قَالَ اجْتَمَعَ اَبُوْحَنِيْفَةَ وَالْاَوْزَاعِيُّ فِيْ دَارِ الْحَنَّاطِيْنِ بِمَكَّةَ.

اِس گفتگو میں اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے رفع یدین کی حدیث میں یہ سند پیش کی زُهْرِیْ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ جن میں تین واسطے ہیں۔ اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سند پیش کی حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ وَالْاَسْوَدِ عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اور اِس سند میں چار واسطے ہیں۔ اِس کے جواب میں اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِيْهِ کہہ رہا ہوں اور آپ کہتے ہیں حَدَّثَنِيْ حَمَّادٌ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اُن سے ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حماد زہری سے زیادہ بڑے فقیہ ہیں اور ابراہیم سالم سے زیادہ

فقیہ ہیں۔ اور علقمہ فقاہت میں ابن عمر سے کم نہیں ہیں اگر چہ حضرت ابن عمر کو فضیلت صحابیت حاصل ہے (اور دُوسرے راوی کی فقاہت کا تقابل کرتے ہوئے فرمایا) ابن عمرؓ کو صحابیت کی فضیلت حاصل ہے تو اَسود کو فقاہت میں بہت فضیلت حاصل ہے۔ اور عبداللہ (بن مسعود) تو عبداللہ ہی ہیں (علم وفقاہت میں اپنی مثال آپ ہیں) اِس پر اَوزاعی رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے۔ (مسندابی حنیفہ ص ۵۰)

اِمام اعظمؒ کی دلیل مسلمہ دلیل تھی۔ خطیبِ بغدادی نے روایتوں میں تقابل کی صورت میں ترجیح کا ایک اُصول یہ بھی بیان کیا ہے :

وَيُرَجَّحُ بِاَنْ يَّكُوْنَ رُوَاتُهٗ فُقَهَاءَ لِاَنَّ عِنَايَةَ الْفَقِيْهِ بِمَا يَتَعَلَّقُ مِنَ الْاَحْكَامِ اَشَدُّ مِنْ عِنَايَةِ غَيْرِهٖ بِذَالِكَ . (کفایہ ص ۴۳۶)

اور قاضی حسن بن عبدالرحمٰن نے ''المحدث الفاصل'' میں وکیع بن جراح کا یہ واقعہ نقل کیا ہے، وکیع بن جراح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ یہ دوسندیں ہیں اِن میں تمہیں کون سی زیادہ پسند ہے۔

(۱) اَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ .

(۲) سُفْيَانُ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ .

ہم نے کہا اَعْمَشُ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ زیادہ قریبی سند ہے۔ اُنہوں نے فرمایا اعمش حدیث کے شیخ ہیں اِسی طرح ابو وائل بھی حدیث کے شیخ ہیں۔ اور سُفْيَان عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ میں یہ فضیلت ہے کہ فَقِيْهٌ عَنْ فَقِيْهٍ عَنْ فَقِيْهٍ عَنْ فَقِيْهٍ . (سب راوی فقہا ہیں)

قابوس ابن ابی ظبیان نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ یہ کیسے کرتے ہیں کہ علقمہ کے پاس آتے ہیں اور اصحاب رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اُنہوں کہا بیٹا یہ اِس لیے کرتا ہوں کہ اُن سے اصحاب رسول اللہ ﷺ فتوے حاصل کر لیتے ہیں۔ (المحدث الفاصل ص ۲۳۸)

قاضی حسن کے بعد وکیع بن جراح کا یہی واقعہ خطیب بغدادی نے بھی کفایہ میں نقل کیا ہے

اِس میں کلمات یہ ہیں :

وَسُفْیَانُ فَقِیْهٌ وَمَنْصُوْرٌ فَقِیْهٌ اِبْرَاهِیْمُ فَقِیْهٌ وَعَلْقَمَةُ فَقِیْهٌ وَحَدِیْثٌ تَدَاوَلَهُ الْفُقَهَاءُ خَیْرٌ مِّنَ اَنْ یَّتَدَاوَلَهُ الشُّیُوْخُ .

پھر لکھتے ہیں : ''ابراہیم بن سعید نے کہا میں نے وکیع سے یہ بات سنی ہے کہ فقہاء کی حدیث مجھے مشائخ حدیث سے زیادہ پسند ہے''۔(کفایہ ص۴۳۶)

اِس لیے جس سند میں ابراہیم اور اَسود جیسے جلیل القدر فقہاء آرہے ہیں چاہے اُس میں ایک واسطہ زیادہ ہو لامحالہ اُس سند سے افضل ہوگی جس میں ہشام اَور عروہ آرہے ہیں چاہے سند میں ایک واسطہ کم ہو رہا ہو۔اورقوت وصحت کے اعتبار سے سب روایتیں اعلیٰ ہیں۔

ص۱۲ : آپ نے '' تحقیق '' کے بجائے اپنا دائرہ کار معین فرمالیا ہے کہ وہ صحاح ستہ ہیں اِس لیے روایت مصعب ابن سعد اَور کلمہ مثلہ' کے بارے میں گفتگو بیکار ہے۔

روایت عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ ۔ یہ اپنے والد سے صرف پندرہ سال چھوٹے تھے مدینہ شریف ہی میں رہتے تھے۔ بارہ تیرہ سال کے تھے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی لقاء اور سماع کا اِنکار غلط ہوگا لیکن جہاں حضرت مسروق اور اَسود جیسے حضرات شاگرد ہوں وہاں فہرست اَور گنتی میں اِن کا نام نہیں لیا گیا۔محدثین کے مذہب ِراجح کو دیکھا جائے تو عن عائشہ اتصال پر محمول ہوگا اور اِس میں کلام بے ضرورت ہوگا جبکہ بہت سے حفاظ اِسی روایت میں عن عائشہ کی تصریح پر اکتفاء کر رہے ہوں اور یہ اشکال نظر اَنداز کرکے اِسی طرح روایت دے رہے ہوں اور کوئی نوٹ نہ دے رہے ہوں گویا اُن کی رائے میں سند متصل اپنی جگہ دُرست ہے جیسے ابن سعد وغیرہ۔ایسی صورت میں جس نکتہ پر آپ پہنچے ہیں اُسے غلطی پکڑنا نہیں کہا جائے گا۔

۱۳ : پر......'' یہ روایت کا فطری اَنداز ہے '' اِن چند سطروں میں تحقیق چھوڑ کر آپ پھر اپنے ہی ترجیح میلان طبع میں لگ گئے ہیں۔

۱۴ پر بھی ''فرق ایک سال ہے'' میں یہی رُجحان کارِفرما ہے۔

عبدالملک بن عمیر عن عائشہ :

طبقاتِ ابن سعد میں بھی موجود ہے آپ اُن روایات کے حافظ ہیں پھر یہ روایت جو اِسی کتاب میں موجود ہیں نظر نہیں پڑی۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ بظاہر آپ کو اپنی تحقیقات میں واضح تقصیرات کی طرف توجہ دلانے کے لیے ہے۔ اس کے بعد آپ نے نمبروار پوری تحریر کا خلاصہ بیان فرمایا ہے۔ میں اپنے اِس خط کا خلاصہ نمبروار اِس لیے نہیں لکھتا کہ یہ خواہ مخواہ مناظرہ کی صورت بن جائے گی۔ جو کچھ عرض کر سکتا تھا وہ لکھ ہی چکا ہوں لہٰذا اِن کا جواب یہی ہے کہ آپ کے خلاصہ کے سب نمبر میرے نزدیک بے وزن ہیں۔

خلاصہ کے ۲۶ میں ابوبکر...ابن ابی شیبہ کو مدلس .... کہہ کر (۲۷) میں ابومعاویہ پر طعن کر کے (۲۸) میں اعمش کو کوفہ کے شیعوں کا اِمام کہہ کر (رحمہم اللہ) صرف اپنی بات منوانی چاہتے ہیں جیسے کوئی کسی بات کو پہلے سے طے کر لے کہ یہ کر کے چھوڑنا ہے چاہے جو ہو چاہے اِدھر کی دُنیا اُدھر ہو جائے۔ یہی طرزِ فکر سر سید کا ہے اور اُس سے لے کر پرویز تک چلا آرہا ہے اِسی کا نام جدید اصطلاح میں تحقیق رکھ لیا گیا ہے۔

(۳۳) میں آپ نے لکھا ہے اِس کے بعد بھی اگر میں غلطی پر ہوں تو واضح فرمائیں۔

☆ اِس کے بارے میں ایک تو یہ عرض ہے آپ کی اصولی غلطی پہلے ہی سے مبسوط طرح لکھ چکا ہوں کہ متابعت کا اصول یہاں نہیں چلے گا۔ اور جہاں جہاں آپ ہٹے ہیں وہاں نشان دہی کرتا آیا ہوں۔ لیکن اِس اندازِ فکر والوں سے میں مایوس ہوں جو اپنی بات کی خاطر قولِ ضعیف کو قوی قرار دیں اور کہیں اپنے ہی طے کردہ اصولوں کے بھی خلاف بات کرنی پڑے تو کر ڈالیں جیسے زہری کے بارے میں۔

دُعاء ضرور کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اِس دلدل سے نکالے۔

رجالِ حدیث کے بارے میں بھی قولِ مفتی بہ چلتا ہے آپ مذکورہ بالا نمبروں اور اپنی تحریراتِ سابقہ میں مثلاً زہری اور عبدالرزاق کے بارے میں محدثین کے قولِ مفتی بہ کو چھوڑ کر قولِ مرجوع ضعیف اور منقطع السند تک کو صرف اپنی مرضی کے لیے قولِ فیصل قرار دیتے آئے ہیں۔ اس سے رجوع فرمائیں اور ایسا کرنا چھوڑ دیں۔

محض طعن اور مثالب ذکر کرنا اور مناقب کے بارے میں سکوت کرنا بلکہ مناقب حذف ہی کر دینا نہایت غلط بات ہے۔ مولانا عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''اَلرَّفْعُ وَالتَّکْمِیْلُ'' میں اصول

جرح وتعدیل ذکر کیے گئے ہیں وہ لکھتے ہیں :

وَقَالَ الذَّهَبِیُّ فِیْ مِیْزَانِهٖ فِیْ تَرْجَمَةِ اَبَانَ بْنِ یَزِیْدِ الْعَطَّارِ قَدْ اَوْرَدَهٗ اَیْضًا الْعَلَّامَةُ اِبْنُ الْجَوْزِیِّ فِی "الضُّعَفَاءِ" وَلَمْ یَذْكُرْ فِیْهِ اَقْوَالَ مَنْ وَثَّقَهٗ وَهٰذَا مِنْ عُیُوْبِ كِتَابِهٖ یَسْرُدُ الْجَرْحَ وَیَسْكُتُ عَنِ التَّوْثِیْقِ ". (الرفع والتکمیل ص ۱۵)

اِس کتاب کا سببِ تالیف اِسی قسم کی تحقیق وتنقید کا ظہور تھا ملاحظہ فرمائیں ص ۶۔

یہ کتاب اگر جناب کے مطالعہ سے نہ گزری ہو تو آپ ضرور مطالعہ فرمائیں۔

آپ نے ۲۳ر نومبر ۸۰ء کے خط میں ص ۱۰ نمبر ۵۰ میں لکھا تھا : ''البتہ اِمام اعظم اور اِمام مالک کے قبولِ روایت کے پختہ اصول ہیں اِمام مالک نے کسی بدعتی سے روایت نہیں لی''۔

ایک طرف آپ کا یہ فیصلہ تھا دُوسری طرف آپ زہریؒ پر سخت حملے کر رہے تھے اور کر رہے ہیں۔ یا تو یہ حملے اپنے ہی طے کردہ اصول اور فیصلہ کے خلاف تھے یا آپ اِس سے بے خبر تھے کہ اُن سے اِمام اعظم اور اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہم نے روایات لی ہیں جو مسند ابی حنیفۃ اور مؤطاء اِمام مالک میں موجود ہیں (آپ کو **تھذیب التھذیب** کی ایک عبارت سے یہ مغالطہ بھی ہوا تھا کہ زہری عروہ سے نہیں ملے ہیں)۔

نیز وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ اور اَكْرِمُوْا اَصْحَابِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ (مسند حمیدی حدیث ۳۲)

اور خَیْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ الحدیث وغیرہ کی رُو سے ہمارے لیے تابعین بھی تو قابلِ احترام ہیں چہ جائیکہ جو عالم ترین بھی ہوں۔

مگر آپ اُن کے بارے میں بہت بے باک ہیں اور اُن پر اگر کوئی ضعیف الزام مل جاتا ہے تو اُسے ترجیح دیتے ہیں اور شدید تر کر کے لکھتے ہیں۔

اِسی خط میں ص ۱۵ پر مزید قابلِ غور کے عنوان سے نمبر ۵ پر لکھا :

'' میں کتاب الآثار کی روایات کو بخاری کی روایات پر ترجیح دیتا ہوں'' لیکن کتاب الاثار سے بھی زیادہ مستند اور خود اِمام ابو یوسفؒ کی لکھی ہوئی کتاب ''**کتاب الخراج** '' میں اعمش رحمہ اللہ سے حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ کہہ کر کتنی ہی جگہ روایات درج ہیں دُوسری طرف آپ اُنہیں شیعوں کا اِمام ٹھہرا کر ساقط الاعتبار

قرار دے رہے ہیں۔

یا تو آپ اساتذۂ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے واقف نہ تھے یا جہاں چاہتے ہیں اپنے ہی طے کردہ قاعدہ کو توڑ دیتے ہیں۔ اعمش رحمۃ اللہ علیہ سے خود اِمام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت لی ہے۔(الرفع والتکمیل ص۵۶)۔

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں کہ عمدہ ترین سند یہ ہے :

" اَلْاَعْمَشُ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ". (مقدمہ ابن صلاح ص ۱۲)

آپ نے اپنے اِس خط کے اِسی صفحہ پر لکھا تھا :

'' میرے نزدیک صحیح ، حسن، غریب ،ضعیف خالی اعتبارات ہیں اَور ذہنی تمرین ہے''۔

اِس کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ سب بچوں کا کھیل ہے۔لیکن دُوسری طرف آپ اُصولِ حدیث کا بڑی تندہی سے استعمال کر رہے ہیں جہاں آپ کو اَصل اور متابع ثابت کر دینے پر اصرار ہے۔

عرض یہ ہے کہ آپ ہی نہیں بلکہ جو بھی اِس اندازِ فکر کو اپنائے گا جو آپ نے اختیار کیا ہے اُس کا یہی حال ہو جائے گا۔ کہیں تحریر میں کچھ نظر آئے گا کہیں کچھ۔ کیونکہ اُس کے پیشِ نظر اِثبات مدعی ہوتا ہے جہاں اُسے کسی اصول سے فائدہ معلوم ہوگا اصول کا قائل ہو جائے گا اور جہاں ہدمِ اصول میں فائدہ نظر آئے گا وہاں بے دَردی سے توڑ دے گا۔

وَهَلْ هٰذَا اِلَّا اتِّبَاعُ الْهَوٰى اَعَاذَنَا اللّٰهُ وَعَافَاكُمْ

ستمبر ۸۰ء سے مارچ ۸۱ء تک کی خط وکتابت سے واضح ہوگیا ہے کہ آپ کے پاس روایتِ تزوج کے مقابلہ میں منقول دلیل کوئی نہیں ہے۔ اِس لیے برسوں سے اِن اَحادیث پر بے ضابطہ اور بے قاعدہ واصول، جرح میں مصروف رہے ہیں جو صحاح ومسانید وغیرہ سب میں موجود چلی آرہی ہے۔ یہ ہے آپ کی '' تحقیق '' کا خلاصہ اِس لیے اگر جناب کو کوئی فائدہ نظر آئے تو اِس مسئلہ کو جاری رکھیں ورنہ مجھے آپ کی ساتھ آٹھ سو صفحات کی کتاب کا بخوبی اَندازہ ہو گیا ہے کہ اُس میں ہر چیز کی نفی ہی نفی بھری ہوگی۔ اور جہاں جا کر آپ نے بزعمِ خود سب کچھ منفی اور بے اَصل قرار دے دیا ہوگا وہاں اپنا مدعیٰ ثابت

کر دیا ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ

والسلام

حامد میاں غفرلہ

۱۶/ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

۱۷/۱۰/اکتوبر ۸۱ء شنبہ

میں تو آپ سے یہ چاہوں گا کہ آپ خود اپنی اِس کتاب کا رد بھی لکھیں، انشاءاللہ وہ آپ کے لیے بھی ذخیرۂ آخرت ہوگی اَور اگر میری گزارش سے یہ کام ہوجائے تو میرے لیے بھی ہوگی، خصوصًا اِس اندازِ تحقیق کا ردِّ بلیغ فرمایئے۔ قلت ______ اقول جیسا سارا مضمون ہوسکتا ہے۔

والسلام